نرالہ ساجن
عابدہ شیریں

نرالہ ساجن

از قلم عابدہ زی شیریں

کرن بازار میں کھڑی تھی کے اچانک اسے شور سنائی دیا اس نے مڑ کر دیکھا تو دکان کے اندر چند منچلے ایک کھسرے کو لیڈیز شاپنگ کرتے ہوئے دیکھ کر چھیڑ رہے تھے کرن تیزی سے گئ اور ان کو غصے سے ڈانٹتے ہوئے بولی۔

شرم نہیں آتی تم لوگوں کو یہ بھی انسان ہیں اور ان کو بھی جینے کا حق حاصل ہے۔ تم لوگوں کی تھوڑی دیر کی دل لگی سے دوسرے کے دل کو کتنی ٹھیس لگتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو بھی ناراض کر کے جہنم خریدتے ہو۔ جاو بھاگو ادھر سے ورنہ میں پولیس کو فون کر دوں گی۔ وہ سر جھکا کر چلے گئے۔ کرن نے

اسے کہا کہ آپ میرے ساتھ آہیں آپ نے جو کچھ خریدنا ہے میں آپ کی ہیلپ کروں گی۔ وہ آنکھوں میں آے آنسو صاف کرتے ہوئے اس کی طرف مشکور نظروں سے دیکھتے ہوئے مسکراتے ہوئے اس کے ساتھ ہو لیا۔ اس نے والدین کے کپڑے خریدے۔ کچھ اپنے لیڈیز شاپنگ کی۔ کرن نے بھی کافی شاپنگ کی۔ وہ اس کے وزنی شاپرز اٹھاے پھر تا رہا۔ امپوریم مال میں ہمیشہ کی طرح رش تھا۔ کرن کو بھوک بھی لگ رہی تھی۔ اس نے اسے کہا چلو کچھ کھا لیتے ہیں۔ وہ بولا کیا کھانا چاہتی ہیں آپ وہ کافی تھک چکی تھی۔ وہ بولا میں لے آتا ہوں۔ کیا لاؤں وہ بولی برگر لے آو۔ وہ برگر چپس اور کولڈ ڈرنک لے آیا۔ اپنے لئے چاٹ کی پلیٹ لے آیا۔ وہ پوچھنے لگی اپنے لیے صرف چاٹ۔ وہ چاٹ کھانے لگا اور وہ برگر انجوائے کر کے کھانے لگی۔ اتنے میں اس کے پاپا کا فون آ گیا اس نے اٹھ کر زرا فاصلے پر جا کر کھسرے کی تفصیل بتائی تو وہ پریشانی سے بولے بیٹا زرا احتیاط کرنا۔ وہ بولی پاپا وہ ایسا

نہیں ہے بہت غیرت والا ہے اس نے ساری شاپنگ اپنے پیسوں سے کی۔ ایک روپیہ بھی مجھ سے نہیں لیا۔ الٹا میرا سامان اٹھا کر ہیلپ کر رہا ہے۔ پاپا نے پوچھا۔ بیٹا ایسا کرو راستے میں سے میری دوائی لے آنا۔ اوکے۔ اور جلدی آو شادی والا گھر ہے۔ کرن نے کافی ہیل پہنی ہوئی تھی ایک دم مڑی اور کرسی سے ٹکرائی اور پاوں ایسا مڑا کہ وہ درد سے چلا اٹھی۔ کھسرے نے سہارا دے کر اسے کرسی پر بٹھایا۔ کرن نے پاپا کو بتایا وہ پریشان ہو گئے۔ اور بولے میں کیا کروں ڈرائیور بھی چھٹی پر تھا آج اس نے بھی بتا دیا کہ وہ اب نہیں آئے گا اب نیا ڈرائیور اتنی جلدی ملے گا نہیں۔ اور کھسرے کو بھی ڈرائیونگ نہیں آتی ہو گی۔ وہ بولی میں پوچھ کر دیکھتی ہوں اس نے جب اس سے پوچھا تو وہ بولا جی مجھے آتی ہے بلکہ میں نے کوچنگ سینٹر سے سیکھی تھی اور لائسنس بھی ہے پر گھر پر ہے۔ اس نے پاپا کو بتایا وہ بولے۔ اس کے ساتھ ہاسپٹل جا کر پاوں بھی دکھا لاو۔ ماں نے فکر مندی سے کہا اس کے

ساتھ آنا رسک ہے۔ پاپا نے اسے کہا کہ لایو کال آن کر دو۔ پہلے اسے چابی دو وہ سامان رکھ آے گاڑی میں۔ ماں پھر پریشان ہو کر بولی۔ اگر وہ گاڑی اور سامان لے کر چلا گیا تو۔ باپ غصے سے بولا پھر کیا کروں تمھارا بیٹا جا نہیں رہا کہ معمولی چوٹ ہے گاڑی اس کے پاس ہے۔ میں اتنی دور کیسے جاوں۔

کرن کے سسرال والے آنے والے ہیں۔ ان کی خاطر مدارت کی تیاری کرنی ہے۔ ماں غصے سے بڑبڑائی اگر سسرال والے اس کی بیوی کے رشتے دار نہ ہوتے تو کبھی اتنی بھاگ دوڑ نہ کرتا بیوی کا چمچہ۔

کرن نے اس کا نام پوچھا تو اس نے بتایا کہ باپ نے علینار کھا مگر میں چونکہ مردانہ کھسرا ہوں تو میری ماں شوق سے مجھے علی بلاتی ہے۔ آپ جو مرضی بلالیں۔ اس نے کہا کہ تمھاری آواز مردوں جیسی ہے۔ تم مردوں کی طرح اونچے لمبے توانا ہو۔ میں تو تمہیں علی بلاوں گی۔ وہ اس کا سامان گاڑی میں رکھ آیا۔ پھر اسے سہارا دے کر لفٹ تک لایا۔ کچھ

منچلے گزر رہے تھے دیکھ کر آواز کسنے لگے۔ ایک بولا کاش میں بھی کھسرا ہوتا۔ دوسرا بولا کھسرے کی موجیں۔ تیسرا بولا۔ کھسرے اور لڑکی میں پیار۔ کرن بولی میں زرا ان کو ٹھیک کر لوں۔ پولیس کو فون کروں۔ مگر کھسرے نے منع کر دیا کہ آپ چھوڑیں ان کو۔ میں بچپن سے عادی ہوں۔ آپ کا پاوں سوج رہا ہے جلدی سے ڈاکٹر کے پاس چلیں۔

ڈاکٹر نے ایکسرے کیا کافی ٹائم لگ گیا۔ ڈاکٹر نے کہا کہ شکر ہے ہڈی بچ گئی ہے۔ آرام کریں اور دوا لگاتے رہیں۔ اور یہ پین کلر لیتی رہیں۔ کرن نے کھسرے کا بہت شکریہ ادا کیا اور گھر آکر اس کی بہت تعریف کی۔

کرن کے پاپا نے کہا کہ تم ایک ماہ کے لیے ہمارے ڈرائیور بن جاو ہماری بیٹی کی شادی ہے۔ جب تک نیا ڈرائیور نہیں ملتا۔ کرن کی ماں بولی پکا ہی رکھ لیں نا۔ ان کی بہو بولی پرمننٹ یہ لوگ ناچ گانے والے ایسا کام نہیں کر سکتے۔ عزت کی نوکری نہیں کر سکتے۔ کھسرا آبدیدہ ہو گیا۔ کرن نے بھابی کو

سرزنش کی۔ تو وہ تڑخ کر بولی دیکھو بی بی یہ زبان درازی کی عادت اب چھوڑ دو۔ شادی ہونے والی ہے۔ شکر کرو میرا کزن ہے جو میں نے منا منو کر راضی کر لیا ہے ورنہ کون اتنی لمبی زبان والی سے کرتا۔ پہلے ہی دو منگنیاں ٹوٹ چکی ہیں۔ پھر وہ کرن کے بھائی کو بلا لائی اور بولی اس دو ٹکے کے کھسرے کے لئے مجھ سے لڑ رہی ہے۔ وہ کرن کو ڈانٹنے لگا کہ بھابھی کے ساتھ بدتمیزی کی ہے۔ کھسرے کا دل چاہا کہ فوراً ادھر سے چلا جائے۔ مگر سامنے کرن کی روتی صورت آ گئی۔ بھابھی نے کھسرے کو نہ ڈانٹنے دیا کہ آجکل اس نے بازار جانا ہوتا تھا خود ڈرائیونگ نہیں جانتی تھی۔ شوہر دن کو آفس ہوتا۔ اس نے نوکری کی آفر قبول کر لی۔ لیکن بھابھی نے کہا کہ تم مردانہ کپڑے پہنو گے۔ اور یہ ناخن بھی کاٹو گے۔ میک اپ بھی نہیں کرو گے۔ اور بال بھی کاٹو گے۔ وہ بولا بال نہیں میں کاٹ سکتا۔ میرے والد صاحب اجازت نہیں دیں گے۔ بھابھی نے تمسخر سے کہا وہ صاحب ہیں کیا۔ وہ بولا جی

میرے لیے۔ بھابھی بولی بڑی زبان چلانی آتی ہے۔ وہ بولا جی اللہ تعالیٰ نے چلانے کے لیے دی ہے۔ اگر آپ کو پسند نہیں تو میں چلا جاتا ہوں۔ وہ گھبرا کر بولی ارے آو میں تمہیں کھانا دیتی ہوں۔ پھر وہ سب کو کھانے پر بلانے لگی۔ اسے بھی ٹرے میں رکھ کر کھانا دیا۔

کرن کی ماں نے کرن کو کمرے میں لٹا کر دوا وغیرہ کھلا دی۔ بھابھی نے اسے سرونٹ کوارٹر میں ایک کمرہ دے دیا۔ گھر والوں نے گھر کا پرانا سامان ضرورت کا اسے ڈال دیا۔ کھسرے نے باپ کو فون کر کے رہنے کی وجہ بتا دی۔ بال مت کاٹنا باپ نے سختی سے کہا۔ تنخواہ چار منگ تھی تو باپ مان گیا مگر شرط رکھی کہ مہندی کے فنکشن کے لئے ہمارے ناچ گانے کو بک کرنا ہو گا۔ کرن کے باپ نے منظور کر لیا۔

کرن کو بھابھی کا کھسرے کے ساتھ رویہ سخت برا لگا تھا۔ مگر وہ بے بس تھی وہ کیا سارا گھر ہی بے بس تھا۔ جب سے کرن کے پاپا نے بیٹے کو پڑھائی ختم کرنے کے بعد بزنس سونپا تھا وہ اس کے محتاج ہو کر رہ گئے تھے پھر بیمار بھی ہو گئے تھے جس کی وجہ سے بیٹے نے انہیں گھر بٹھا دیا تھا اور اپنی من مانی کرنے لگا تھا۔ اس کی بیوی جو پہلے اس کی سیکرٹری تھی۔ وہ اسے لبھانے میں کامیاب ہو گئ۔ گھر والے اس کی عادات کو پسند نہ کرتے تھے۔ مگر بیٹا اس کی ہر بات مانتا تھا اور گھر والوں سے بھی منواتا تھا کرن کی بھابھی جو چندہ کے نام سے مشہور تھی۔ وہ شوہر کی کمائی لوٹتی اور میکے والوں پر لٹاتی۔

بظاہر کرن کے پاپا بیٹے کے اکاؤنٹ کا حساب کتاب رکھتے اور اکثر اس کی بیوی کی فضول خرچی پر سرزنش کرتے مگر وہ بیوی کی طرفداری کرتا کہ اس کا بھی حق ہے۔ چندہ اچھے کردار کی نہ تھی مگر شوہر سے ایسا پیار جتاتی۔ گھر والوں سے میاں کے آگے ایسا پیار شو کرتی۔ جیسے وہ ان کی بہت ہمدرد ہے۔

کرن کی دوبار منگنی ٹوٹنے پر خاندان بھر میں باتیں بن رہی تھی۔ محلے میں بھی چہ میگوئیاں شروع تھی۔ کرن کے والدین اس بدنامی سے بچنے کے لیے اس کی جلد شادی کر دینا چاہتے تھے۔ رشتے والی جو رشتہ لاتی وہ لوگ یہ سوال ضرور کرتے کہ پہلی دو منگنیاں کیوں ٹوٹی۔ وہ تسلی بخش جواب نہ ملنے پر واپس نہ آتے۔

چندہ نے اپنے کزن کا رشتہ بتایا جو اپنی فیملی کے ساتھ امریکہ میں سیٹل تھا۔ جو بقول چندہ کے کسی شریف گھریلو اور پاکستانی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے پھر وہ اسے اپنے ساتھ امریکہ لے جائے گا۔ اس نے اس رشتے کی تعریف میں زمین آسمان کے کلابے ملا دیے۔

کرن کے بھائی کو باپ نے زمہ داری سونپی کہ اچھی طرح جانچ پرکھ لے۔ اس نے تسلی دی کہ آپ بے فکر رہیں میں سب کچھ دیکھ لوں گا۔ اس کے بعد چندہ نے جلدی ڈالی کہ اس کے بہت سے رشتے آرہے ہیں یہ نہ ہو کہ ہم

دیر کر دیں تو رشتہ ہاتھ سے نکل جائے۔ پہلے ہی ہمیں رشتہ نہیں مل رہا ہے۔ پھر یہ تو اپنے ہیں۔ منگنی والی باتوں کو میں کور کر لوں گی۔ انہیں مجھ پر بھروسہ ہے تو میں نے بھی کرن کی وہ وہ تعریفیں کی ہیں جو وہ چاہتے تھے۔ وہ بہت امیر لوگ ہیں ان کو جہیز کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ ہماری کرن کو گھر داری تو آتی نہیں نہ ہی کھانا بنانا آتا ہے بس نخرے دکھانا اور کھانا آتا ہے۔ ان کے گھر کھانا نہیں پکتا۔ کرن نے منہ بنالیا سوچا کہ بھابھی ذلیل کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتی۔ وہ پچھتاتے ہوئے سوچنے لگی کاش اس نے ماما کی بات مانی ہوتی جو اکثر اسے سمجھاتی کہ کچھ گھر داری کچھ کھانا پکانا وغیرہ سیکھ لوں پڑھائی ختم ہوتے ہی اکثر لڑکیوں کی شادیاں ہو جاتی ہیں۔ مگر پاپا فیور لیتے اور کہتے آج کل نیٹ پر سب کچھ مل جاتا ہے ادھر سے سیکھ لے گی۔ جب تک یہ پڑھ رہی ہے اسے ڈسٹرب نہ کرو۔ پڑھائی کے بعد سیکھ لے گی۔

چندہ کھانا اچھا بنا لیتی تھی گھر داری بھی خوب جانتی تھی۔ اسی زعم میں وہ اپنی بڑائی کرتی رہتی۔ شوہر اس کے کھانے کی تعریفیں کے پل باندھتا اور فخر کرتا۔ وہ اتنی حسین نہ تھی جتنی اس نے فیشن کر کے اپنے آپ کو حسین بنا رکھا تھا۔

چندہ نے کھسرے کو اپنے شوہر کا پرانا ٹراوزر اور ٹی شرٹ دیا۔ کھسرے نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ میم میں کسی کے کپڑے نہیں پہنتا۔ وہ بولی یہ مردانہ سوٹ ہے اس لیے انکار کر رہے ہو کیا میں اپنا جوڑا دوں پھر پہنو گے۔ وہ خاموش کھڑا تھا۔ کرن کے لئے ویل چیئر منگوالی تھی۔ اور وہ اس وقت سامنے بیٹھی بھابھی کی باتوں پر دل میں پیچ و تاب کھا رہی تھی۔ کھسرے نے کہا کہ اس نے بھائی کے لیے سوٹ خرید ا تھا وہ پہن لے گا۔ بھابھی نے استفسار کیا کہ اس کے لیے زنانہ سوٹ لیا ہے یا مردانہ۔ وہ آہستہ سے بولا جی وہ ٹھیک ہے شادی شدہ ہے ایک بچہ بھی ہے۔ چندہ بولی اچھا تو تم ساری

زندگی کیا کرو گے ناچ گانا ہی کرتے رہو گے کیا۔ کرن نے چلا کر کہا بھابھی ہولڈ یور ٹنگ۔ بھابھی بولی۔ کیا تم اب کھسرے کے لئے مجھ سے لڑو گی۔ ویسے بھی اسے کون سی انگلش سمجھ آنی ہے۔ ڈھیٹ پن سے مسکراتے ہوئے بولی۔ یہ میری تعریف کر رہی ہے۔ کرن کے باپ نے اکتاہٹ سے کہا کوئی بات نہیں بیٹا وہ تمھارا بھائی ہے کپڑے لے لو۔ بھابھی پھر مسکرا کر آہستہ سے بولی بھائی کے بہن۔ کھسرے نے غصے سے اس سے کپڑے چھینے اور تیزی سے چل پڑا۔ بھابھی مسکرا کر بولی کیا بات ہے کھسروں کو بھی غصہ آتا ہے۔ کرن غصے سے بولی۔ وہ بھی انسان ہوتے ہیں۔ بھابھی پھر طنزیہ انداز میں بولی کس قسم کے انسان۔ اتنے میں اس کے شوہر نے اسے آواز دی تو وہ جی جانو کہتی چل پڑی۔ کرن کی ماں نے بڑبڑاتے ہوئے کہا کہ اس کو کوئی شرم حیا نہیں سب کے سامنے جانو جانو کرتی رہتی ہے۔ دوسروں کو زلیل کر کے خوش ہوتی ہے۔

کھسر انہا دھو کر جب باہر آیا تو اس کو سب حیرت سے دیکھتے رہ گئے۔ اس کا بغیر میک اپ کے چہرہ۔ ہاتھوں کے ناخن کٹے ہوئے۔ لمبے بال نہانے سے نکھر آئے تھے اور اس نے سوکھنے کے لئے کھلے چھوڑ رکھے تھے۔ چندہ نے دیکھا اور حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا کہ واہ بائی تم تو پہچانے ہی نہیں جا رہے ہو۔ اگر بالوں کو بھی مردانہ سٹائل میں کٹوالو تو بلکل مرد لگ رہے ہو۔ چلو میں نے درزی کو کپڑے دینے جانا ہے رستے میں تمھارے بال بھی کٹوا دیں گے اس نے کہا کہ وہ بال نہیں کٹوائے گا چاہے کچھ ہو جائے۔

کرن کے باپ نے کہا کہ کرن بیٹا تم بھی ڈاکٹر کے چیک اپ کرا آو۔

کرن کے باپ نے بیٹی کو سہارا دے کر گاڑی میں بٹھایا۔ گاڑی چلانے سے پہلے کھسرے نے بالوں کو سمیٹنا چاہا تو کرن نے پرس سے پونی نکال کر اسے کہا پلیز اس سے باندھ لیں۔ اس نے شکریہ کہہ کر پکڑ لی۔ چندہ معنی خیز

مسکراہٹ سے مسکرائی۔ کرن کو اس کی مسکراہٹ بہت بری لگتی تھی۔

جب سے بھائی نے اپنی مرضی سے شادی کی تھی۔ کرن بھائی سے خفا رہتی تھی۔ وہ اسے گلے کرتی کہ وہ خود اس کے لیے اپنی پسند سے کوئی اچھی سی بھابھی ڈھونڈ کر لاتی۔ یہ اس کو زرا پسند نہ آئی تھی۔ کرن صاف دل لڑکی تھی وہ اپنے دل کی بات صاف ظاہر کر دیتی تھی۔ بیٹے کے مجبور کرنے پر وہ لوگ جب گے تو ان کا گھرانہ والدین کو خاص پسند نہ آیا تھا۔ کرن نے گھر آ کر کافی واویلا مچایا۔ اس کے والدین نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملائ تو کرن کے بھائی کو کرن پر سخت غصہ آیا اس نے اسے ڈانٹا تو والدین نے بیٹے کو ڈانٹ کر کہا اگر تمہیں پسند ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ سب کو پسند آئے۔ ابھی بھی وقت ہے پیچھے ہٹ جاؤ ورنہ بعد میں پچھتاو گے۔۔ وہ نہ مانا اور ادھر شادی جلدی بھی کرنے پر ڈٹ گیا کہ اس کے بہت رشتے آرہے ہیں اور وہ اس کی شادی کہیں اور نہ کر دیں۔

گھر والوں کے مجبور کرنے پر رشتہ پکا کر دیا گیا۔ چندہ کا رشتے کے بعد پی ٹی سی ایل پر فون آیا تو کرن نے اسے سنادیں کہ وہ اسے پسند نہیں کرتی مجبوراً بھابھی بنا رہے ہیں۔ وہ اس کے جواب میں خاموش ہو گئ مگر اس نے کرن کے بھائی کو بڑھا چڑھا کر شکایت لگائی وہ بہن سے بہت لڑا۔ والدین نے اس کا ساتھ دیا بیٹے کو ڈانٹا کہ ہماری بیٹی جو چاہے بولے تم نے خبردار اسے کچھ کہا۔ وہ غصے سے بڑبڑاتا ہوا کمرے میں چلا گیا تب سے وہ اس سے سیدھے منہ بات نہ کرتا۔ وہ بھی اکھڑی اکھڑی رہتی۔ ساری شادی میں وہ منہ بنائے رہی۔ اگر کچھ کہتا تو والدین ڈانٹ دیتے۔ چندہ کے گھر آجانے پر بھی وہ بے زاری کا اظہارِ کرتی رہی۔

چندہ اس کے غصے کو خاطر میں نہ لاتی۔ بس اسے دیکھ کر طنزیہ مسکراتی رہتی۔ وہ شوہر کو اس کے خلاف کر چکی تھی ساتھ ہی پیار جتاتے ہوئے کہتی جانو وہ آپ کی بہن ہے اور مجھے بہت عزیز ہے میری گڑیا رانی ہے۔ میں اس

کی باتوں کا برا نہیں مناتی۔ اس کے لیے اچھا ہی سوچتی ہوں۔ دیکھنا میں خود اس کے لیے اچھا سا رشتہ ڈھونڈنے میں اپنے ساس سسر کی مدد کروں گی اور جلد اس کی شادی کرا دوں گی تا کہ والدین اس کا فرض ادا کر کے سرخرو ہو جائیں۔

کرن کی ماں نے رشتے والی سے رابطہ کیا۔ چندہ ساس کے ساتھ پیش پیش ہوتی۔ لوگ آتے پسند بھی کر جاتے۔ دو بار منگنی بھی ہوئی مگر ان لوگوں کی طرف سے وجہ بتائے بغیر انکار ہو گیا۔ خاندان بھر میں بدنامی ہوئی۔ والدین بہت پریشان رہنے لگے کہ اس کی بھائی بھابھی سے بنتی نہیں ہے۔ اگر انہیں کچھ ہو گیا تو اس کا کیا ہو گا۔ اس لئے وہ اس کی جلد از جلد شادی کر دینا چاہتے تھے۔ مگر کہیں بات نہ بن پا رہی تھی۔ چندہ نے پہلے شوہر کو قائل کیا پھر ساس سسر کو منا لیا۔ لڑکے کی تصویر بھی دکھائی اور بتایا کہ وہ آجکل امریکہ سے بیٹے کی شادی کرنے کے لیے آئے ہوئے ہیں ان کے پاس رشتوں کی

لاہن لگی ہے۔ تصویر دکھائی لڑکا ینگ اور سمارٹ تھا۔ پھر لڑکے والوں کو انوا ہیٹ بھی کر دیا۔ کرن بھابھی کے لاے رشتے پر اوکے نہیں کرنا چاہ رہی تھی مگر کرن کی ماں ڈٹ گئی۔ کہ بہو کے رشتے دار ہیں امیر ہیں۔ ان کو جہیز بھی نہیں چاہیے۔ لڑکا پڑھا لکھا سمارٹ ہے۔ والدین اس کے اس رشتے پر راضی اور خوش ہیں۔ کل کلاں مجھے کچھ ہو گیا تو اس کا کیا بنے گا۔ باپ بھی بیوی کے آگے مجبور ہو گیا۔ بیٹی والدین کی خوشی کے لیے راضی ہو گئی۔ مگر بے زار سی رہتی۔ بہو شادی ہوتے ہی ساس کے ساتھ میٹھی زبان سے بات کرتی۔ ساس کو ماما جی اور سسر کو پاپا جی پکارتی۔ ساس اس سے خوش رہنے لگی تھی کیونکہ وہ مکھن لگاتی اور بھولی ساس خوش ہو جاتی۔ وہ جانتی تھی کہ ساس کی دکھتی رگ بیٹی ہے او اس لیے وہ اس کی بیٹی کا زکر ماما جی ہماری گڑیا رانی اٹھ گئی۔ آج میں اس کی پسندیدہ ڈش بنا رہی ہوں۔ ساس خوش ہو جاتی۔ سسر کو اس کی مکھن لگانے کی عادت کا اندازہ تھا مگر وہ ادھر کم لگاتی۔ اس

نے سمجھ لیا کہ ساس مان گئی تو سب مان جاہیں گے اور اس نے اپنی چرب زبانی سے ساس کو گرویدہ بنالیا تھا۔تب ہی وہ کزن کے لیے رشتہ لینے میں کامیاب ہوچکی تھی کیونکہ یہ ایک خوشحال گھرانہ تھا۔اور وہ دولت کی پجاری تھی۔

ہاسپٹل پہنچ کر کرن کو گاڑی سے اترنے کا مسئلہ تھا چندہ اتر کر تیزی سے اسے اگنور کرتی آگے چل پڑی۔آخر کھسرے نے آگے بڑھ کر اسے اترنے میں مدد کی اور وہیل چیر والا خالی لے کر جارہا تھا اس نے اشارے سے پاس بلا کر اس میں بٹھا دیا۔کرن نے دیکھا چندہ دور کھڑی اس کو دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔کرن کو بہت غصہ آیا اور وہ مسکرادی۔شاید وہ اسے جان کر غصہ دلاتی اور لطف لیتی تھی۔اور

انتقامی مسکراہٹ اس کے لبوں پر رہتی۔

چیک اپ سے واپسی پر کرن نے بھابھی سے کہا کہ وہ اسے گاڑی میں بٹھائے مگر وہ بولی میں تمھارا وزن نہیں اٹھا سکتی۔ ارے اس سے کہو شرماو نہیں یہ کھسرا ہے مرد نہیں ہے۔ سوری یہ مردانہ کھسرا ہے۔ کرن غصے سے بولی آپ کو تو اللہ تعالیٰ ہی پوچھے۔ ارے تم تو اس کے لئے ایسی بن جاتی ہو۔ جیسے تمہیں اس سے پیار ہو گیا ہو۔ کرن کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور بولی میں گھر جا کر ماما کو آپ کی ساری بکواس بتاتی ہوں۔ وہ جواب میں مسکرا دی۔

وہ درزی کے بہانے آئی تھی مگر شاپنگ مال میں چلی گئی اور بولی میں نے کچھ لینا ہے میں ابھی آتی ہوں۔

کرن پارکنگ ایریا میں گاڑی میں بیٹھی رہی۔ اور کھسرا باہر کھڑا رہا۔ کافی دیر گزر گئی نہ وہ آے نہ ہی فون اٹھاے۔ اس نے کھسرے سے کہا کہ پلیز آپ مجھے پانی یا جوس لا دیں۔ اس نے پیسے دینے چاہے مگر اس نے نہیں لیے۔ اور واپس آیا تو پریشان اور کنفیوز لگ رہا تھا۔ دراصل جب وہ جوس لینے گیا تو

دیکھا۔چندہ کسی لڑکے کے ساتھ بیٹھی جوس پی رہی تھی اور خوش گپوں میں مصروف تھی۔ کرن گھر بھی بار بار فون کر رہی تھی آخر ماں نے بیٹے کو فون کر کے بتایا کہ وہ فون بھی نہیں اٹھا رہی ہم پریشان ہیں۔بیٹے نے تھوڑی دیر کے بعد ماں کو فون کر کے بتایا کہ وہاں سگنل پرابلم تھا اور اب وہ نکل رہی تھی اب آ رہی ہے۔

کرن اس کے ہاتھ میں صرف ایک شاپر دیکھ کر حیران رہ گئی۔اتنی دیر میں بس اتنی شاپنگ۔ کرن اس پر برستے ہوئے بولی۔آپ نے جان بوجھ کر مجھے تنگ کرنے کے لیے دیر لگائی ہے۔وہ جواب میں خاموش اور کھوئی کھوئی سی رہی۔ کھسرا تیز رفتاری سے گاڑی چلا رہا تھا جیسے بہت غصے میں ہو۔تب ہی کرن نے کہا پلیز زرا آہستہ چاہیں۔ایک دم سے وہ جیسے ہوش میں آ گیا۔اور رفتار دھیمی کر دی۔

کرن نے گاڑی کے شیشے کی طرف دیکھا تو وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا دونوں کی نظریں ملی اور کرن شرما کر کھ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

گھر پہنچ کر سسر نے پوچھا اتنی دیر کیوں لگائی تو اس نے جھٹ عزر پیش کیا کہ اسے ایک عورت کا پہنا سوٹ۔ بہت پسند آیا تھا اس نے سوچا ماما جی کے لیے ضرور لوں گی ان پر بھی اچھا لگے گا۔ وہ ڈھونڈنے میں دیر لگ گئی۔ آخر مل ہی گیا وقت کا پتا ہی نہ چلا۔ اور اپنی شاپنگ نہ کر سکی۔ کرن نے کہا دیکھاو سوٹ کون سا سوٹ ہے ایسا۔ جب کرن نے کھول کر دیکھا تو عام سا سوٹ تھا کرن بولی یہ تو عام سا سستا سا ہے۔ کرن کی ماں نے جھٹ اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے کہا کہ مجھے بہت پسند آیا ہے میری بہو اتنی محنت سے ڈھونڈ کر لائی ہے۔ میں تو اسے سلوا کر ضرور پہنوں گی۔ کھسرا اکھڑا اس کی مکاری پر کھول رہا تھا مگر کچھ بول نہ سکتا تھا کیونکہ اہم لوگ اس عورت کی مٹھی میں تھے۔

کھسرا کرن کے باپ سے چند گھنٹوں کی چھٹی لے کر چلا گیا۔ اور ماموں کے گھر پہنچا۔ پندرہ دن بعد وہ ماموں کے گھر ماں سے ملنے آیا تھا۔ کرن کے باپ نے بیٹے کو سختی سے کہا تھا کہ وہ غیرت رکھتا ہے اس لیے کسی کی غیرت سے نہیں کھیلنا چاہیے اس لئے کھسرے کو نیے کپڑے لا کر دو۔ وہ آفس سے واپسی پر کچھ کپڑے خرید کر باپ کے حوالے کر دیے۔ وہ بیوی سے ڈرتا تھا گھر والوں کو بھی علم تھا اسے خبر نہ ہونے دی۔ اور کھسرے کو کرن کے باپ نے خفیہ انداز میں پکڑا اے۔ وہ اسے کپڑوں کے شاپر اٹھاے اندر آتے دیکھ چکا تھا تھوڑی سی حیل حجت کے بعد شکریہ کہہ کر پکڑ لیے۔ چندہ سو رہی تھی۔ چلتے وقت کرن کے باپ نے اسے آدھی تنخواہ دے دی۔ وہ خوشی خوشی گھر پہنچا تو اس کے ماموں کی بیٹی صبا کھڑی تھی اسے دیکھ کر چھیڑتے

ہوئے بولی آ گیا ہمار کھسرا۔ اندر سے ماں باہر نکل کر آئی۔ اسے دیکھ کر گلے لگا کر چومنے لگی۔ اور بلائیں لینے لگی۔ ماموں مامی بھی مل کر اس کے حلیے کی تعریف کرنے لگے۔ صبا بولی اگر بال بھی مردانہ اسٹاہل میں کٹوالو تو بڑے وجیہ مرد لگو۔ وہ بولا ابا مجھے قتل کر دیں۔ ماں نے دکھ سے کہا کاش تو بھی بھائیوں جیسا ابھی اتنا ہی بولا تو وہ ماں سے پیار سے لپٹتے ہوئے بولا اماں یہ سب میری قسمت میں لکھا تھا میں خوش ہوں آپ پریشان نہ ہوا کریں۔ پھر ماں کو پیسے پکڑا ے۔ ماں دعائیں دینے لگی۔ صبا بولی دیکھو اس طرح نوکری کر لو تو کتنا اچھا لگے۔ مگر تمھارے ابا اس کام کو نہیں چھوڑتے کہتے ہیں جدی پشتی کام ہے۔ اماں نے صبا کے باپ کو پیسے پکڑاتے ہوئے کہا کہ یہ لے پکڑ ایسے ہی پریشان ہو رہا تھا۔ وہ مشکور ہوتے ہوئے بولا میں آپ کا احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔ صبا خوش ہوتے ہوئے بولی شکریہ کزن۔ وہ بولا اپنوں میں شکریہ نہیں چلتا تو کیا چلتا ہے اس نے پوچھا؛ چاے چلتی ہے۔ میں نے

تمھارے آنے کی خوشی میں پکوڑوں کا بیسن بھی گھول کرر کھا ہے وہ بولا پھر فٹافٹ بناو کہیں کال نہ آجاے۔ماں نے کہا کہ مسئلہ ہے جلدی آو۔تب میں پریشان ہو گیا ویسے بھی آج کرن کے سسرال والوں نے آنا تھا بھلا ہو انکل کا ان سے اجازت لے کر چھپ کر آگیا ورنہ وہ چڑیل چندہ سامنے ہوتی تو کبھی نہ آنے دیتی۔وہ اس سے پوچھنے لگا تم تو چاہے کے ساتھ پکوڑے کھلانے والی تھی۔وہ بولی امی اور پھوپھو بنا رہی ہیں کہہ رہی ہیں تمہیں کمپنی دوں۔اچھا ان لوگوں کے بارے میں تو کچھ بتاو۔وہ پریشان سا ہو گیا اور ساری تفصیل اسے بتانے لگا۔کرن کے لئے سخت پریشان ہو رہا تھا۔صبا اسے اس کے لئے اتنا پریشان دیکھ کر سوچ میں پڑ گئی تھی۔اتنے میں چائے پکوڑے آگے۔صبا پوچھنے لگی کیا ان کے پاس تمھارا فون نمبر ہے۔وہ بولا انکل نے سب گھر والوں کا دیا تھا کہ کام آسکتا ہے۔اس نے جھٹ پوچھا کرن کا ہے اس نے جواب دیا ہاں۔اس نے تجسس سے پوچھا کیسی ہے۔تو وہ

کھوے کھوے انداز میں بولا بہت معصوم بہت بھولی۔ حد سے زیادہ رحم دل۔ وہ اکتائے ہوئے بولی ارے بابا شکل وصورت کی کیسی ہے خوبصورت بھی ہے گوری چٹی ہے کیا۔ ہاں بہت خوبصورت ہے دودھ کی طرح گوری چٹی ہے۔ اتنے میں اس کا فون آ گیا انکل نے صبا سے کروایا تھا وہ چائے پی رہا تھا اور سپیکر ان کر دیا تھا۔ صبا نے جھٹ سلام کیا اور بتایا کہ وہ چائے پی رہا تھا اس لیے اسپیکر آن کر دیا تھا میں اس کی ماموں زاد ہوں۔ جب سے آیا ہے آپ لوگوں کی تعریفیں کر رہا ہے خاص طور پر آپ کی۔ کرن نے کہا کہ آپ بھی آنا نا شادی پر۔ کھسر اصبا کو فون پکڑا کر کمرے میں ماں سے باتیں کرنے لگا ساتھ انتظار کرنے لگا۔ ان میں باتیں لمبی چھڑ گئی۔ صبا نے آنے کا وعدہ کر لیا کہ وہ پارلر کا کام سیکھی ہوئی ہے اور انہیں مہندی کے لیے پارلر کی بکنگ نہیں ملی۔ اور صبا اس کا اور بھابھی اور ماما کا میک اپ کر دے گی۔ دونوں نے ایک دوسرے کا نمبر لیا اور دوستی ہو گئی۔

کھسرا گھر آیا تو چندہ نے اچھی خاصی کلاس لے لی۔ پھر اسے کھسرا کہہ کر آواز دی تو کرن کے ابو نے ٹوکا تو قدرے غصے سے بولی۔ پاپا جی اس کے دو نام ہیں علینا بولی یا علی۔ تو کھسرا میں دونوں اجاتے ہیں۔ کرن کے پاپا بولے ہماری طرح علی پکارو۔ کھسرے نے دکھ سے جواب دیا کوئی بات نہیں میں بچپن سے اس نام کا عادی ہوں۔ میرے ابو مجھے کھسرا ہی پکارتے ہیں۔ جب میری قسمت میں ہی یہی لکھا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ کرن نے اس کے دکھ کو دل میں محسوس کیا اور ہمدردی سے اسے دیکھ کر سوچنے لگی۔ کہ اگر یہ لڑکا ہوتا تو اتنا خوش شکل ہے۔ نیچر کتنی اچھی ہے یہ تو کسی بھی لڑکی کا آہیڈیل ہو سکتا تھا جس کو ملتا وہ اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھتی۔

کھسرا سوچ رہا تھا کہ کاش وہ آج گھر ہوتا اور کرن کے سسرال والوں کو دیکھ کر اندازہ لگا سکتا کہ وہ اس چندہ جیسے ہیں یا اچھے لوگ ہیں وہ صبا سے فون پر اس بات کا زکر اکثر کرتا رہتا تو اس نے مشورہ دیا کہ انکل تمہیں سر نہیں

کہنے دیتے انکل بلواتے ہیں عزت دیتے ہیں۔شادی مہینہ آگے کر دی گئی کہ ہوٹل کی بکنگ میں کچھ مسئلہ ہو گیا ہے۔ کھسرے نے دل میں شکر ادا کیا کہ شاید کوئی حل نکل آئے۔

ایک دن کھسرے نے موقع پا کر کرن کے پاپا سے کہا کہ آپ نے ان لوگوں کی اچھی طرح جانچ پڑتال کر لیتے آجکل فراڈ بہت ہے۔وہ بولے کرن کے بھائی نے تسلی کر کے رشتہ دیا ہے اور ہمیں بھی تسلی دی ہے آخر اس کی بہن ہے۔اس نے ان میں کچھ اچھا دیکھا ہو گا تو ہاں کی ہو گی۔وہ پھر قاہل کرنے والے انداز میں بولا مگر آپ زیادہ تجربہ کار ہیں آپ خود بھی کر لیتے تو زیادہ اچھا تھا کرن کے والد نے کہا ارے وہ بہو کا کزن ہے اسی لئے تو اس نے ہاں کی۔وہ پھر بولا انہوں نے تو بیوی کی محبت میں ہاں کر دی ہو گی نا۔وہ بولے بیوی کی محبت میں بہن کا مستقبل تو نہیں داو پر لگا سکتا ہے نا۔اتفاق سے کرن

کا بھائی کمرے میں داخل ہونے لگا تو ان کی گفتگو سن کر دبے پاؤں کمرے میں چلا گیا۔

چندہ کھسرے سے گھر کے کام بھی کرواتی۔ کچن اوپن تھا اور سامنے الاونج میں سب بیٹھے ہوئے دیوار پر بڑی سی ایل سی ڈی نصب تھی۔ کرن کے والد اکثر خبریں دیکھ رہے ہوتے۔ ادھر ہی الاونج میں سب کھانا کھاتے۔

کھسرے کو کچن میں ہی کھانا دے دیا جاتا وہ کچن میں پڑے چھوٹے ٹیبل اور کرسی پر بیٹھ کر کھانا کھاتا۔ پھر کچن کے برتن دھوتا۔ سب کے لیے قہوہ بناتا اور سب کو پیش کرتا۔ کرن کو بھی پکڑاتا۔ تو چندہ جانچنے والی نظروں سے دیکھ رہی ہوتی۔

کرن اکثر اس کی نظروں سے کنفیوژ ہو جاتی۔ کبھی بھابھی پر نظر پڑتی تو وہ زہریلی مسکراہٹ سے دیکھ رہی ہوتی۔

کرن سر جھکا لیتی۔

شادی کی تیاریاں زوروں پر تھیں۔ مہندی کی تقریب گھر کے لان میں رکھی گئی تھی۔ چندہ نے کہا کہ ہوٹل کی بکنگ کینسل ہو گی ہے کسی مسئلے کی وجہ سے۔

کھسرا بہت پریشان تھا کیونکہ کرن کے پاپا بھی اس کی بات کی طرف دھیان نہیں دے رہے تھے۔ صبا نے آخر اسے سمجھایا کہ تم نے تو نیک نیتی سے کوشش کی۔ اب اللہ تعالیٰ پر چھوڑ رو۔ شاید اس کی قسمت میں یہی لکھا ہے۔

منگیتر اکثر گھر آنے لگا۔ چندہ اسے اپنے بیڈروم میں بٹھاتی۔ کرن کے سامنے نہ جانے دیتی۔ کرن خود بھی احتیاط کرتی۔ نہ سامنے جاتی۔ نہ بات کرتی۔

کھسرے کو غم یہ تھا کہ یہ وہی لڑکا تھا جو اس دن شاپنگ مال میں چندہ کے پاس بیٹھا تھا۔ اور اب بھی چندہ اس کے ساتھ فری تھی۔

\-

کرن نارمل نظر آتی۔ اس نے والدین کی خوشی کے لیے ہاں کر دی تھی۔

اس کے دل میں اس شادی کو لے کر کوئی جلترنگ نہیں تھے۔ ربوٹ کی طرح اس رشتے کو نبھا رہی تھی چہرے پر کوئی مسکان نہ تھی۔ سارے رشتے دار جمع تھے۔ خوب ہلہ گلہ مچا ہوا تھا۔ ڈھولک بج رہی تھی۔ کھسرے سے خوب کام لیا جاتا۔ چندہ جان بوجھ کر سب کو بتاتی پھرتی کہ یہ کھسرا ہے۔

رشتے دار اسے تنگ کرتے۔ اس کا مزاق اڑاتے بچے اسے کھسرا کھسرا کہہ کر آوازیں کستے۔ کرن کے پاپا سامنے ہوتے تو ڈانٹ دیتے۔ کرن بھی اکثر بچوں کو سرزنش کرتی تو کچھ اس کو سناتے کہ بچے ہیں شغل لگا رہے ہیں۔ ماں کرن کو منع کرتی کہ مہمان ناراض ہو جائیں گے۔

کھسرا سب کے زلیل کرنے پر کچھ نہ کہتا نہ کسی کو جواب دیتا۔ اپنے کام میں مگن رہتا۔ بہت ادس اور پریشان رہتا۔ صبا اسے خوش رہنے کی تلقین کرتی۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ وہ پرائی آگ میں جل رہا ہے۔ وہ اس کے لیے کچھ نہ کر

سکتی تھی۔ کرن تو اس کی پکی دوست بن گئ تھی۔ وہ جانتی تھی کہ کرن بھی خوش نہیں ہے۔ اس نے چندہ کو فون پر نازیبا باتیں کرتے سنا تھا اس کو بھی کرن کی قسمت کا دکھ تھا اس کا ہونے والا شوہر اس کی بھابھی کے ساتھ عشق لڑا رہا تھا۔ کرن کے والدین صبا کے آنے سے بہت خوش ہوتے۔ وہ سمپل اور معمولی لباس میں ملبوس ہوتی۔ کافی بار وہ کپڑے وہی پہن کر آجاتی۔ ایک بار اس کے کپڑوں پر جوس گر گیا کرن نے اسے اپنے کپڑے دینے چاہے مگر اس نے ادھر ہی دھو کر پہنے رکھے کہ گرمی ہے ابھی سوکھ جاہیں گے۔ وہ آتی تو کچن میں بھی کرن کی ماں کی ہیلپ کر دیتی۔ وہ اس سے کافی خوش تھی کیونکہ چندہ کام کم اور حکم زیادہ چلا رہی تھی۔ مہمانوں کی زمہ داری میں بھی کوتاہی کر رہی تھی۔ فون پر بھی لگی رہتی۔ جس کی وجہ سے ساس سسر پریشان ہوتے۔ صبا آتی تو سب کا دل موہ لیتی۔ اب تو مہمان بھی اس کے اخلاق سے متاثر ہونے لگے تھے۔ سب اس کی تعریف کرتے اور

بہت سلجھی ہوئی لڑکی کہتے۔ کوئی پوچھتا اس سے کہ تمھارے ابو کیا کرتے ہیں تو وہ بتاتی جی ویسے تو ہمارا پیشہ جدی پشتی گانے بجانے کا ہے مگر ابو ٹیکسی چلاتے ہیں اور ساتھ اس کام کو بھی جاری رکھا ہوا ہے۔ ایک عورت طنزیہ بولی مطلب میراثی ہو۔ وہ آہستہ سے بولی جی۔ ادھر سے کرن کا بھائی گزر رہا تھا ساتھ اس کی گفتگو کی طرف بھی دھیان دے رہا تھا اس کی والدین سے تعریفیں سن سن کر سوچتا کہ جس کی یہ بیوی بنے گی وہ خوش قسمت ہو گا۔ اس نے سنا کہ ایک عورت کہہ رہی تھی کہ کاش یہ میراثی کی بیٹی نہ ہوتی اور امیر ہوتی تو میں اس کو بہو بنانے میں فخر محسوس کرتی۔ صبا کے کانوں میں بھی ایسی باتیں جاتی وہ سانس بھر کر رہ جاتی۔ کرن کے ابو اس کی گفتگو سے متاثر ہو کر تعریف کرتے۔ کرن کا بھائی اس کی تعریفیں سن سن کر حیران ہوتا۔ اور اس پر بے اختیار دھیان دینے لگا اس کی سلجھی عادتیں دوسرے کی مدد کرنے کا جزبہ بچوں سے شفقت اور محبت کا برتاؤ ان کے ساتھ گپ

شپ۔بچے اس کے گرد رہتے۔اس کو گھر جانے نہ دیتے۔کم وقت میں اس نے سب کے دل جیت لیے۔

صبا کھسرے کو سمجھا رہی تھی جو اس کو بتانے آیا تھا کہ چندہ اس کی زندگی تباہ کر دے گی۔بہت غلط لوگ ہیں۔وہ بولی آگے اس کی دو بار منگنی ٹوٹ چکی ہے۔اب کل مہندی ہے اس کے بعد نکاح ہو گا۔ایک ہفتے بعد شادی ہے۔ہم کچھ نہیں کر سکتے۔یہ بات کرن کے بھائی نے سن لی دو منٹ رکا اور خاموشی سے چلا گیا صبا پریشان ہو گئی بولی نہ جانے کیا کیا اس نے سن لیا ہے۔زیادہ نہیں سنا ہو گا ورنہ شامت آتی۔اگر کسی کی زندگی برباد ہونے سے بچ جائے تو میں کسی بات کی پرواہ نہیں کرتا۔

مہندی کی تیاریاں عروج پر تھی۔کھسرے کے دونوں بھائی اور ماموں گانے بجانے کا سامان لے کر آ چکے تھے۔صبا سب کا میک اپ کرتی تھی کرن اس کو مہمانوں سے زبردستی پیسے دلواتی تھی۔صبا کو بھی بہت فائدہ مل رہا تھا۔وہ

سب کو مہندی کے خوبصورت ڈیزائن بنا کر دیتی۔ آج نکاح تھا اس کی بھی تیاری ہو رہی تھی۔

مہندی مشترکہ ہونی تھی کرن کے سسرال والے آچکے تھے۔ ایک کونے سے کھسر پھسر کی آواز آنے لگی۔ کھسرے نے سنا تو دنگ رہ گیا۔

____

کھسرے نے چندہ اور کرن کے منگیتر کی نازیبا گفتگو سنی اور صبا سے بولا میں ابھی جا کر ان دونوں کی حقیقت سب کو بتاتا ہوں وہ روکتی رہ گئی مگر وہ نہ رکا۔ اور کرن کے باپ کے پاس جا کر اونچی آواز میں بتانے لگا کہ آپ بیٹی کی زندگی برباد کرنا چاہتے ہیں اس گھٹیا انسان کی وجہ سے۔ ابھی وہ اتنا ہی بولا تھا کہ کرن کے والد نے گرج کر اسے کہا بکواس بند کرو تم ہوتے کون ہو۔ اتنے میں صبا اس کے بھائیوں اور ماموں کو لے آئی۔ جو اسے جلدی سے پکڑ کر

اپنی ٹیکسی میں بٹھا کر لے گئے۔ انہیں ڈر تھا کہ وہ لوگ اسے بہت ماریں گے۔ صبا نے اس کا اور اپنا فون آف کر دیا۔ کرن کے گھر والوں کے پاس صرف ان دونوں کا ہی نمبر تھا۔ ابھی ان لوگوں نے ناچ گانا پرفارم بھی نہیں کیا تھا۔ تو ایسے ہی آنا پڑا۔ کھسرے نے کہا کہ وہ بس سونا چاہتا ہے۔ آج اسے باپ سے ڈرنے کی بھی ہوش نہ تھی۔ باپ نے اسے نڈھال سا آتے دیکھا تو حیران ہوا۔ وہ بھوکا ہی سونے چلا گیا۔ اور کہا کہ اسے کوئی ڈسٹرب نہ کرے۔ والدین کو صبا نے سچ بتا دیا تھا کہ وہ کرن کے لیے اچھے جزبات رکھتا ہے اور اس کے پیار میں کچھ بھی کر سکتا ہے۔ وہ سمجھ سکتے تھے کہ ان کے بیٹے اور کرن میں طبقاتی فرق ہے ایک آسمان پر ہے اور دوسرا زمین پر۔

صبح دیر سے اٹھا اور آ کر باپ سے معذرت کرنے لگا ابا جان سوری میں کل مردانہ کپڑے پہن کر ہی سو گیا۔ آج سے میں پھر ناخن بڑھانا شروع کر دوں گا اور زنانہ کپڑے پہنوں گا۔ میں ابھی جا کر کپڑے بدلتا ہوں۔ باپ نے

کھڑے ہو کر اسے گلے لگا کر روتے ہوئے کہا کہ وہ اسے معاف کر دے۔

اس نے اپنے چند کاغذ کے ٹکڑوں کی خاطر اسے اپنی مرضی پر چلاتا رہا۔ آج میں نے دیکھا میرا بیٹا تو بڑا گھبرو اور حسین و جمیل ہے۔ کرن جیسی لڑکی بھی اس کے لیے انکار نہ کرتی۔ وہ حیرت سے پوچھنے لگا کرن کیا مطلب۔ ماں نے بتایا کہ صبا نے بتایا کہ تو کرن کو پسند کرتا ہے اسے بڑا غصہ آیا اس نے اسی وقت اسے بلوایا اور اسے ڈانٹتے ہوئے کہا کہ اس نے جھوٹ کیوں بولا۔ وہ بولی۔ جھوٹ نہیں سچ بولا ہے۔ کہ تم کرن سے پیار کرتے ہو۔ وہ غصے سے بولا اس کا کیا ثبوت ہے وہ روتے ہوئے بولی تم نے مجھ سے کبھی اونچی آواز میں بات نہ کی تھی۔ اور اب کرن کے پیچھے مجھے ڈانٹ رہے ہو۔ وہ شرمندہ ہوتے ہوئے بولا وہ تو تمھارے جھوٹ پر ڈانٹا ہے۔ صبا بولی اپنی حالت دیکھی ہے کیا بنا لی ہے۔ تم نے اس کا ذکر سنا سنا کر کان پکا دیے ہیں۔ اور میں نے کبھی زندگی میں جھوٹ بولا ہے کیا۔

صبا کی باتوں کا اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا اس نے جھٹلانا چاہا تو صبا چلا کر بولی۔ کل سارا دن کچھ نہیں کھایا۔ شکل ایسی بنائی ہے جیسے مریض عشق ہو۔ وہ تمھاری کیا لگتی ہے جو اس کی شادی کا اتنا غم منا رہے ہو۔ اگر ایسی کوئی بات نہیں تو پھر نارمل رہو کھاو پیو۔ مجھے بھی کرن کا بہت دکھ ہے۔ مگر ہم بے بس ہیں۔ اگر کچھ کر سکتے تو میں خود تمھارا ساتھ دیتی۔ اگر ایسی کوئی بات نہیں تو اٹھو ناشتہ کرو نارمل ہو جاو۔ میں نارمل ہوں۔ اس نے ناشتہ کیا۔ اس نے باپ سے کہا کہ میں اب دوبارہ ناخن بڑھالوں گا اور زنانہ کپڑے پہنوں گا ابھی شیو کر کے آتا ہوں۔ اتنے میں بھائی نے بتایا کہ آج ایک شادی کی بکنگ ہے تیار رہنا۔ باپ نے کہا کہ یہ کہیں نہیں جائے گا اور تمھیں اب زنانہ بننے کی ضرورت نہیں۔ اب تم مرد بن کر جیو گے۔ ماں نے خوشی سے

جھوم جھوم کر اس کی بلائیں لیں۔ سب حیران ہو رہے تھے کہ یہ کایا کیسے پلٹی۔ باپ نے کہا کہ مجھے اس کا ماموں دوبئی بھیجنے پر زور دے رہا تھا اس کو کوئی سواری والا ملا جس کا ادھر بڑا اسٹور ہے اسے کسی چست اور اچھے لڑکے کی تلاش ہے۔ رہائش، کھانا پینا فری اور تنخوا بھی اچھی دے گا۔ میرے بڑے دو تو اس قابل نہیں ہیں میرا یہی بیٹا جس میں سارے گُن ہیں جو والدین کا فرمانبردار بھی ہے۔ اسے میں دوبئی بھیجوں گا۔ اس نے میری فرمانبرداری میں اپنی زات کو بھی بھلائے رکھا۔

امام دین کا خاندان جدی پشتی میراثی تھا وہ اپنے آباواجداد کی محبت میں اس کام سے محبت کرتا تھا۔ اس کی بیوی اور سالا بھی اس کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ امام دین کو بیٹی کی خواہش تھی جس سے وہ زیادہ پیسے کما سکتا تھا۔ مگر تیسرا بھی بیٹا ہوا تو وہ بیوی پر برس پڑا پھر اس کے زہن میں خیال آیا کہ اسے کھسرا بنا کر پیسے کماوں گا۔ اس نے بیوی سے کہا کہ سب جگہ مشہور کر

دو کہ کھسرا پیدا ہوا ہے۔ اگر اس راز کو اوپن کیا تو میں خودکشی کرلوں گا

بیوی نے احتجاج کیا تو خودکشی کرنے کی کوشش کی۔ نیند کی گولیاں کھالیں

وقت پر اسے ہسپتال لے گئے اور اس کی جان بچ گئی۔ بیوی کے بھائی کی فیملی

کے سوا کسی کو علم نہ ہوا۔ سالے کا گھر قریب تھا اور وہ فنکشن میں ساتھ جاتا

تھا۔ اس کی صرف دو بیٹیاں تھیں ایک بیٹی امام دین کے بیٹے سے بیاہ دی

تھی۔ جس کا کزن بقول ڈاکٹر کے معزور پیدا ہوا اور جلدی مر گیا۔ اب کوئی

بچہ نہ تھا۔ کھسرے کا نام باپ نے علینار کھا مگر ماں اسے علی پکارتی۔ امام دین

کے سامنے سب اسے علینا پکارتے مگر اکیلے میں علی کہتے۔

ماں کو اپنے اس خوبصورت بیٹے کو پڑھانے کا شوق تھا دوسرے میٹرک بھی

نہ کرسکے۔ علی کے ماموں نے ٹیکسی لی تو داماد کو ساتھ لگالیا۔ دونوں الگ

الگ ڈیوٹی دیتے جب کوئی فنکشن ہوتا تو سب مل کر جاتے۔ علی کا چھوٹا بھائی

کسی دوکان پر معمولی تنخواہ پر ملازم تھا۔ علی مختلف کام کرتا رہتا۔ زیادہ تر

دوکانوں پر مال سپلائی کا کام کرتا تھا۔ آمدنی کم تھی گزارہ مشکل تھا محلے کی دوکانوں میں مال سپلائی کرتا تو گاہک اسے کھسرا کہہ کر چھیڑتے۔ اس نے بچپن سے ہی کبھی مردانہ لباس نہیں پہنا تھا کیونکہ باپ خاندان میں بڑا اور رعب والا تھا سب اس سے ڈرتے تھے۔

بیوی نے شوہر سے ڈرتے ہوئے اس کی ہدایت پر عمل کرنے پر مجبور تھی۔

علی جب دس سال کا ہوا تو اس نے احتجاج کیا کہ اسے لڑکیوں والے کپڑے پہننے اور کھسرا کہلوانے میں شرم آتی ہے اور سکول میں بچے چھیڑتے ہیں۔

اس پر باپ نے مارا پیٹا اور اسکول چھڑوانے کی دھمکی دی۔ بیوی پر بھی سختی کی۔ اور خودکشی کی دھمکی بھی دی۔

علی باپ کی مار سے زیادہ ماں کے آنسوؤں سے ڈر گیا جو رو رو کر اسے التجائیں کر رہی تھی کہ تو بھاہیوں کی طرح انپڑھ رہ جائے گا اور معاشرے میں کوئی مقام نہ پا سکے گا۔ جب تک باپ زندہ ہے اپنی ہستی کو بھول جا اس کو قسمت کا

لکھا سمجھ کر قبول کر لے۔ بس پڑھائی نہ چھوڑنا۔ نہ ہی کبھی باپ کی نافرمانی کر کے دوزخ کمانا۔ جیسا بھی ہے باپ ہے۔ میرا سہاگ ہے پہلے بھی خودکشی سے مشکل سے بچے ہیں۔ بہت ضدی ہیں جو کہتے ہیں پورا کرتے ہیں۔ بس باپ کو حرام موت سے بچا لو۔ اپنے کانوں کو لوگوں کی باتوں کی عادت ڈال لو۔ تعلیم حاصل کر لینا چاہے چوری کرنی پڑے۔ اس میں میں اور ماموں تمھارا ساتھ دیں گے۔ انہوں نے مجھے صرف میٹرک تک تمھیں پڑھانے کی اجازت دی ہے۔ اب تم ایسا کرنا۔ کہ میٹرک سے آگے بھی پڑھو تو انہیں میٹرک بتاو تاکہ تم زیادہ پڑھ سکو۔ تب سے علی نے اپنی زات کو فراموش کر دیا۔

صبا علی کے ماموں کی چھوٹی بیٹی تھی۔ بڑی۔ بہن کو پڑھائی کا زرا شوق نہ تھا وہ چند کلاسیں پڑھنے کے بعد گھر بیٹھ گئ۔ اور گھر داری سنبھال لی۔ کیونکہ ماں محلے کے کپڑے سلائی کرتی محلے داروں سے زیادہ اجرت بھی وصول نہ

ہوتی۔ صبا کو پڑھائی کا جنون کی حد تک شوق تھا وہ پڑھ لکھ کر ڈاکٹر بننا چاہتی تھی۔ علی کے گھر والے اور ماموں کے گھر والے ان دونوں کی تعلیم حاصل کرنے بھرپور کوشش اور تعاون کرتے۔ علی بھی پڑھائی میں بہت اچھا تھا اور صبا بھی بہت لائق تھی۔ وہ اپنی تعلیم کے اخراجات خود بھی پورا کرنے کی کوشش کرتی۔ کالج میں لڑکیوں کے اجرت پر نوٹس وغیرہ تیار کرتی۔ بہن اور ماں فارغ وقت میں گلے، چادریں وغیرہ کاڑھتیں تو صبا کالج میں کلاس فیلوز کے آگے سیل کر دیتی۔ کبھی بازار سے جیولری منگوا کر سیل کرتی۔ پرس وغیرہ پن غرض چھوٹی چھوٹی چیزوں سے پیسے کماتی۔ کبھی گھر سے کچھ پکا کر چھوٹے پیکٹ بنا کر لے جاتی۔ لڑکیاں بہت شوق سے کھاتی۔ وہ مناسب ریٹ پر دیتی۔ جس سے لڑکیاں خوشی خوشی لے لیتیں۔ اور اس کو پاکٹ منی مل جاتیں۔

علی کا باپ بیوی کے آگے سخت پچھتاتے ہوئے رو رو کر اپنے گناہوں کا اقرار کر رہا تھا کہ اس نے بیٹے کے ساتھ بہت زیادتی کی۔ اسے لوگوں کے طعنے سننے پڑتے۔ جن کا وہ حقدار نہ تھا۔ ہم جو شروع سے ہی غریب طبقے کے لوگ ہوتے ہیں۔ جن کو ہمیشہ بے عزتی ہی ملتی ہے۔ وہ اس بے عزتی کو اپنا مقدر سمجھ کر قبول کرتے رہتے ہیں حالانکہ ان کا بھی اس دنیا پر عزت پر اتنا ہی حق ہوتا ہے جتنا امیروں کا۔ مگر وہ نادان سمجھتے ہیں کہ وہ دنیا میں صرف بے عزتی سہنے اور امیروں کی غلامی کے لیے ہی پیدا ہوئے ہیں۔ ان کو اپنے حق کا شعور ہی بیدار نہیں ہوتا۔ نہ ہی وہ عزت پانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم کنویں کے مینڈک بنے رہتے ہیں۔ میں نے سوچا کہ کھسرا بنا کر میں خوب پیسے کما لوں گا مگر یہ

میری خوش فہمی تھی وہ تو سپلائی کے کام میں کم از کم روٹین میں تو کماتا تھا گھر کا چولہا چل رہا تھا۔ شادیاں تو کبھی کبھار ہوتی ہیں۔ نہ بچوں کی پڑھائی کی طرف توجہ دی کہ پڑھ لکھ کر معاشرے میں عزت کما سکیں۔ میں خود ان پڑھ تھا تعلیم کی قدر نہیں جانتا تھا۔ علی جو لائق اور سمجھدار تھا چھوٹا ہونے کے ناطے اس کی رائے کو قبول کرنا میری مردانگی کے خلاف تھا میری انا اور ضد مجھے بیوی ہونے کے ناطے تمھاری بات ماننے سے روکتی۔ ہم غریبوں کی اناء اور رعب اپنے بیوی بچوں پر ہی چلتا ہے۔ اس طرح شاید ان کی زلت بھری زندگی میں قدرے راحت ملتی ہے۔ ہم لوگ بھی زلت سہ سہ کر ڈھیٹ ہو جاتے ہیں۔ شاید اسی لیے بے حسی بھر جاتی ہے۔

امام دین روتے ہوئے بیٹے سے معافی مانگنے لگا تو بیٹے نے آگے بڑھ کر اس کے پاوں کو چھو کر پیار سے اس کے ہاتھ پکڑ لیے۔ اور روتے ہوئے کہا کہ پلیز ابا جی مجھے شرمندہ نہ کریں۔ میں نے بھی آپ کی نافرمانی کی ہے۔ آپ

کے آگے جھوٹ بولے۔ میٹرک کا بتا کر MBA کر لیا۔ پیپرز دینے کے لیے ماموں کے گھر سے مردانہ لباس میں جاتا۔ ہاتھوں پر دستانے پہن لیتا تاکہ لمبے ناخن چھپ جاہیں۔ بالوں کو جوڑا بنا کر ٹوپی میں چھپا لیتا۔

باپ کو دیکھ کر بیوی ڈر گئ کہ ابھی شوہر ڈانٹے گا کہ اسے میٹرک سے آگے کیوں پڑھنے دیا۔ امام دین جلدی سے کھڑا ہو کر اسے گلے گاتے کہا شاباش۔ تو نے تو میرا خواب پورا کر دیا ہے۔ بیوی کو جوش بھرے جزبات سے کہتا ہے تمھارا بہت شکریہ۔ واقعی تم بہت سمجھدار عورت ہو۔ کاش میں نے تمھاری قدر کی ہوتی۔ علی کی ماں نے شوہر سے معافی مانگی۔ تو وہ بولا پگلی معافی تو میں تجھ سے مانگتا ہوں۔ تجھے تنگ رکھا۔ تو نے علی کو تعلیم دلا کر میری پوری نسل پر احسان عظیم کر دیا ہے۔ اب علی کے بہتر مستقبل کے لئے کبھی رکاوٹ نہ بنوں گا۔ آج سے علی تم آزاد ہو جیسے چاہو زندگی گزارو جو چاہے کرو۔ میں کبھی دخل نہیں دوں گا اگر دوئ

دل کرتا ہے تو جاو ورنہ نہ جاو۔ علی نے جواب دیا نہیں ابا جان میں جاوں گا اور وہ چلا گیا۔ علی کے مالک نے اس سے پہلی ملاقات میں پسند کر لیا اور لے جانے کا ارادہ خرچہ خود برداشت کیا۔ وہ اس سے کافی متاثر ہوا۔

کرن کے نکاح کی تیاری ہو رہی تھی کہ علی نے چلا کر انہیں وارننگ دی تھی کہ وہ اچھا لڑکا نہیں مگر بات پوری نہ بتا سکا تھا۔ گھر میں بدمزگی ہو چکی تھی۔ مگر چندہ نے جلدی ڈالی اور سب نارمل کرنے کی کوشش کی جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ وہ اور دولہے کے والدین جلدی مچانے لگے۔ نکاح خواں آ گیا۔ خاندان والے نکاح کے منتظر تھے ساتھ ساتھ چہ میگوئیاں بھی کر رہے تھے۔ کرن علی کے لیے بہت پریشان ہو رہی تھی صبا بھی اس سے مل کر نہ گئی تھی۔ اس کا جی چاہ رہا تھا اس شادی سے دور چلی جاے۔ اسے علی پر بھروسہ تھا کہ وہ جھوٹ نہیں بول سکتا۔ لیکن والدین کی عزت کے لیے چپ تھی۔ وہ مسلسل روے جا رہی تھی۔ کرن کی ماں نے علی کی باتوں کا کافی

اثر لیا تھا اور وہ کمرے میں بیٹھی پریشان تھی رشتے دار عورتیں اس کے پاس بیٹھی تھی۔ آخر چندہ کے جلدی ڈالنے پر اس نکاح کے لئے سب کو بٹھایا گیا۔ کرن کا بھائی اور باپ بھی بیٹھ گئے کافی پریشان تھے۔ علی کی باتوں نے ان کے دل میں وہم ڈال دیا تھا۔ مگر اب بارات دروازے پر تھی اور سارا خاندان جمع تھا۔ بیٹی کی عزت داو پر لگی ہوئی تھی۔ جب نکاح ہونے لگا نکاح خواں اور چند گواہ کرن کے کمرے میں اجازت لینے گئے اس کی نظروں میں پاس کھڑے پریشان حال بھائی اور باپ کا چہرہ آگیا۔ اس کے رشتے دار قریب بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے کرن کو جھنجھوڑا جو نکاح خواں کے سوال پر خاموش تھی کہ تمھیں یہ نکاح قبول ہے۔ تو اس نے بھائی کو دیکھا جو سنجیدگی سے اسے ہی دیکھ رہا تھا تو اس نے جھٹ تین بار بول دیا قبول ہے۔ نکاح خواں واپس دولہے کے پاس آیا اور نکاح پڑھانے لگا۔ دولہے کے باپ نے چندہ کو اشارہ کیا۔ کرن کا بھائی یکدم بولا نکاح سے پہلے میری کچھ شرائط

ہیں وہ یہ کہ دولہا ہر ماہ میری بہن کو کم از کم پچاس ہزار مہینہ خرچہ دینے کا پابند ہو گا۔ چندہ جو دولہے کی ماں کے قریب بیٹھی ہوئی تھی کرن کی ماں بھی پاس بیٹھی ہوئی تھی چندہ جھٹ بولی اتنی بڑی رقم۔ کرن کے بھائی نے کہا کہ بقول تمھارے بہت پیسے والے ہیں امریکہ سے آئے ہیں۔ تو وہ پہلو بدلنے لگی۔ علی کا بھائی پھر بولا اور دو لاکھ نقد حق مہر طلاق کی صورت میں دس لاکھ دینے ہوں گے۔ چندہ تڑپ کر بولی تم نے میرے پانچ لاکھ لکھوائے تھے اپنی بہن کے دس لاکھ۔ کرن کے بھائی نے کہا کہ بہن کی سیفٹی کے لیے کر رہا ہوں۔ یہ لازمی ہے ورنہ نکاح نہیں ہو گا۔ چندہ پریشانی سے بولی۔ تم نے کہا تھا کہ وہ جہیز نہیں دے گا اور اس کے بدلے نقد رقم دے گا۔ وہ بولا جہیز کے نام پر ایک روپیہ بھی نہیں دوں گا چندہ چیخی کیوں۔ وہ بولا میں صرف تین کپڑوں میں رخصت کروں گا یہ لوگ ویسے ہی بہت امیر ہیں ہاں اگر یہ غریب ہوتے تو میں بہت کچھ دیتا۔ دولہے کا والد بولا ہم آپ کی شرطیں

نہیں مان سکتے۔ کرن کے ایک رشتے دار نے کہا کہ بلکل مناسبت شرائط ہیں۔ آپ نے کون سا طلاق دینی ہے۔ اور حق مہر نقد بھی مناسب ہے۔ دولہے کا باپ بولا مگر یہ جہیز بھی تو نہیں دے رہے۔ یہ کیا بات ہے غریب جھگی والا بھی کچھ نہ کچھ دیتا ہے اور یہ تین کپڑوں میں رخصت کرے گا۔

چندہ شوہر سے لڑنے لگی۔ اور کہا کہ تم تو کہتے تھے کہ بہن کو اتنا پیسہ دوں گا کہ اس کی زندگی سکھی گزر جائے۔ اب تم مکر نہیں سکتے ورنہ یہ شادی نہیں ہو سکے گی پہلے ہی اس کی دو منگنیاں ٹوٹ چکی ہیں سوچو کتنی بدنامی کا باعث بنے گی۔ انکل بیٹے کو سمجھائیں نا۔ وہ جواب میں خاموش رہے۔ پھر اس نے ساس سے کہا ساس نے بیٹے کو دیکھا۔ وہ بولا ماما میں ان لالچی لوگوں کو کچھ بھی نہیں دوں گا اگر ان کے دل میں لالچ نہیں ہے تو ثابت کریں اور اس کو اسی طرح قبول کریں۔ دولہے نے چندہ کو گھورا اس کے والدین بھی اسے

خونخوار نظروں سے دیکھ رہے تھے۔چندہ نے اسے لبھانے والے انداز میں کہا جانو زرا ادھر کمرے میں آو میں نے ضروری بات کرنی ہے۔وہ بولا میں ایک پیسہ بھی نہیں دوں گا چاہے کچھ بھی کہو۔وہ غصے میں بولی تم مجھے آنٹی انکل کے سامنے شرمندہ کرا رہے ہو۔ان کی بے عزتی خاندان بھر میں ہو گی۔وہ بولا اگر خاندانی ہوئے تو واہ واہ کریں گے کہ جہیز کے بغیر لاے۔

چندہ روہانسی ہو کر بولی۔مگر اتنا پیسہ تم کرو گے کیا۔بزنس میں لگاوں گا۔بہن کے پیسے سے بزنس کرو گے تم لالچ کر رہے ہو۔اس نے جواب دیا کہ میں بے وقوف ہوں اتنا پیسہ لوگوں کو دے دوں۔تم اچھی بھابھی ہو نند کو جہیز دینے کے لیے اتنا لڑ رہی ہو۔تم چلو اور کچھ نہ دو اپنے زیور دے دو چلو جاو جاکر شاباش لے آو۔وہ تڑخ کر بولی میں کیوں دوں۔اس نے کہا تم لاکھ کوشش کرو میں فیصلہ نہیں بدلنے والا۔تم تو مجھ سے بڑے پیار کے دعوے کرتے تھے۔اب میری بات نہ مان کر مجھے شرمندہ کر رہے ہو۔

دولہا چندہ پر برس کر بولا ان وعدہ خلاف لوگوں میں شادی نہیں کرنی۔ چندہ نے دہائی دی دیکھو وہ جانے لگا ہے لڑکی کی بارات واپس چلی جائے تو اس کی زندگی برباد ہو جاتی ہے۔ اس سے کوئی شادی نہیں کرتا۔ وہ بولا کچھ بھی ہو بارات شوق سے لے جائے۔

چندہ نے دیکھا اب کوئی صورت نہیں تو اس نے گھر چھوڑنے اور طلاق لینے کی دھمکی دی۔ کرن کا بھائی بولا چندہ پلیز ایسے نہ کہو۔ اچھا ہے نا وہ پیسہ ہمارے کام آئے گا۔ اور میں تمھارے بغیر نہیں رہ سکتا۔ وہ غرورِ سے بولی پھر میری بات مان لو وہ بولا یہ نہیں مان سکتا۔ وہ بولی پھر مجھے طلاق چاہیے کرن کا بھائی چلا کر بولا کیا۔ وہ بھی جوابی چلا کر بولی مجھے طلاق چاہیے۔ کرن کے بھائی نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا آپ لوگ سن رہے ہیں یہ مجھ سے طلاق مانگ رہی ہے۔ ہاں میں چلی جاوں گی تمہیں چھوڑ کر۔ کرن پاس آ کر ہاتھ جوڑ کر بولی پلیز بھابھی بھائی آپ سے بہت پیار کرتے ہیں وہ آپ

کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ وہ غرور سے بولی پھر بھائی سے کہو بات مان لے۔

کرن بولی مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ چندہ بولی مگر ہمیں چاہیے۔ کرن نے کہا کہ پلیز بھابھی۔

دولہا کھڑا ہو کر چندہ سے بولا۔ یہ تو کسی صورت نہیں مان رہا ہے۔ اب تم طلاق کے کاغذات پر سائن کرواؤ اس طرح نہیں تو اس طرح تو یہ پیسے دے گا نا۔ اس نے طلاق کے عوض 5 لاکھ دینا ہے۔ کرن کا بھائی بولا چندہ تم 5 لاکھ کے لیے مجھے اپنے پیارے گھر اچھا سسرال اور جان وارنے والے شوہر کو چھوڑ دو گی۔ میرے پاس رہو۔۔

دولہا بولا چندہ اب دیر نہ کرو طلاق کے کاغذات اسے دیکھاؤ اور 5 لاکھ لو اور چلو۔ دولہے کے والدین نے بھی ہاں میں ہاں ملائی۔ چندہ بولی میں ابھی لائی طلاق کے کاغذات جن پر تم سائن کر چکے ہو۔ کرن کے بھائی نے کہا کہ ٹھہرو وہ میرے پاس ہیں۔ میں نے دراز میں سے نکالے ہیں جب تم نے

ہوٹل کی بکنگ کروانے کے لیے طلاق کے کاغذات پر بھی ساہن کروانے کے لیے مجھے بڑے پریم سے جوس پینے کا بولا تم لوگوں نے ہوٹل والے کو بھی ساتھ ملایا ہوا تھا مجھے تمھاری حرکتیں پہلے ہی مشکوک لگنی شروع ہو گئی تھی جب سے تم نے کرن کا رشتہ کروایا تھا میں تمھارے پیار میں اندھا تھا مگر مجھے بہن کا مستقبل بھی عزیز تھا حالانکہ تم مجھے بہن کے خلاف ہر وقت کرتی رہتی تھی اور میں ہو بھی جاتا تھا جب تم اس شخص (اس نے دولہے کی طرف اشارہ کیا) سے بہت فری ہوتی تو میں حیران ہوتا کہ کوئی اپنے کزن سے اتنا فری کیسے ہو سکتا ہے۔ پھر میں نے نوٹ کرنا شروع کیا تو مجھے تمھاری حرکتیں مشکوک لگیں۔ تم نے طلاق کے کاغذات پر اس لیے دھوکے سے ساہن کروائے کہ اگر تم خود مانگتی تو 5 لاکھ نہ ملتے۔ میں دیتا تو مجھے دینے پڑتے۔ تمہیں یقین تھا کہ میں تمہیں طلاق کبھی نہیں دوں گا۔ تم نے مجھے جوس پلایا میں نے پی لیا اور اور ساہن کر دیے اس کے بعد مجھے نیند آ گئی

جب آنکھ کھلی تو کمرے میں پایا اور تم نے بتایا کہ میں سو گیا تھا۔ پھر میں نے تمھاری فون ریکارڈنگ چیک کروائی۔ تو میں سکتے میں رہ گیا کہ تم نے اس شخص سے ناجائز تعلق جوڑ رکھا تھا۔ اور مجھ پر انکشافات ہوئے کہ تم نے میری بہن کی منگنیاں خود تڑوا کر اس سے رشتہ کروایا ان کا پلان تھا کہ میری بہن سے شادی کر کے بہت دولت کما کر وہ اسے طلاق دے دے گا اور یہ دھوکے سے مجھ سے لے لے گی پھر یہ دونوں شادی کر کے اس پیسے پر عیش کریں گے۔ اس کے بعد میں نے کسی کو نہیں بتایا اور شادی شروع کر دی۔ جو منگنیاں ٹوٹنے کی بدنامی میری بہن کو ملی۔ وہ میں اس طرح سب کے سامنے سچ لانا چاہتا تھا میرے پاس ریکارڈنگ بھی موجود ہے اگر کوئی شک ہو تو۔ کوئی بھی غیرت مند شخص اس طرح کی بیوی کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتا جو سدھارنا چاہتی ہی نہیں۔ جب سے طلاق کا علم ہوا میں مہمانوں کا بہانہ کر کے اپنے کمرے سے نکل گیا۔ اگر یہ مجھ سے طلاق کے کاغذات پر

ساہن نہ کراتی تو میں اسے سمجھاتا اور معاف بھی کر دیتا اگر یہ سچے دل سے سدھر جاتی اور زندگی میں کبھی طعنہ بھی نہ دیتا۔ مگر اس نے خود طلاق لے کر اپنے راستے بند کر دیے۔

چندہ کو پھر دولہے نے غصے سے کہا کہ جلدی رقم لو تو چلیں۔ مہمان ان کو نفرت سے دیکھ رہے تھے اور چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔

چندہ نے حتمی انداز میں کہا کہ مجھے رقم دو دیر نہ کرو تاکہ میں اپنے محبوب کے پاس جا سکوں۔ یہ ہمارا پڑوسی تھا میں لڑکپن سے ہی اس سے پیار کرتی ہوں مگر اس کی شرط تھی کسی امیر سے شادی کرو اور اس سے دولت حاصل کر کے دونوں شادی کر کے عیش کی زندگی گزاریں گے سو میں صرف میٹرک پاس تھی۔ دولہے کی طرف اشارہ کر کے بولی ساجد اور میں اکھٹے پلان بناتے تھے۔ کچھ دفتروں میں دھوکے سے نوکری لی۔ انٹرویو والے دن روتی دھوتی کہ میرے ڈاکومنٹ رکشے میں رہ گئے کچھ سوری کہہ کر بھیج

دیتے کچھ نوکری دے کر فائدہ اٹھانا چاہتے مگر شادی کوئی نہ کرتا۔ آخر کرن کا بھائی میرے جال میں پھنس گیا۔ میں نے اسے اعلیٰ تعلیم یافتہ بتایا اور اس نے یقین کر لیا اور جلد شادی پر راضی ہو گیا۔ میں شادی کر کے بھی مسلسل رابطے میں تھی۔ ساس کو مٹھی میں کر کے اس گھر میں جگہ بنائی۔ نند کا استعمال کیا اور اب مجھے اپنے پیار سے ملنے سے کوئی نہیں روک سکتا میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اس کو پانے کے لئے میں کسی بھی حد تک جا سکتی ہوں۔ ایک مہمان عورت نے کہا کہ اس دھوکہ دہی کے الزام میں تم سب کو جیل بھی ہو سکتی ہے۔ وہ ڈھیٹ پن سے بولی۔ یہ شریف لوگ ایسا کچھ نہیں کریں گے۔

کرن کے باپ نے بیٹے سے کہا کہ اگر پانچ لاکھ میں یہ گندگی دھل سکتی ہے۔ تو جلدی سے پانچ لاکھ روپے دو اور ان لوگوں کو گھر سے باہر کرو۔

کرن کے بھائی نے وکیل کو بلایا جو پیچھے بیٹھا سب سن رہا تھا اس کو کرن کے بھائی نے ہی بلایا تھا۔ اس نے چندہ کے ساہن لیے۔ اور چندہ نے ساجد کی طرف مسکرا کر دیکھتے ہوئے خوشی خوشی جلدی سے ساہن کر دیے۔ کرن کے بھائی نے بریف کیس سے پانچ لاکھ نکال کر ان لوگوں کی طرف پھینکنے شروع کر دیے۔ اور چلاتا یہ لو یہ لو وہ لوگ فرش سے جوش میں چننے میں مصروف تھے۔ رقم اٹھا کر جانے لگی تو کرن کے بھائی نے کمرے میں سے اس کا سامان اٹھا اٹھا کر باہی پھینکنا شروع کر دیا۔ آور چلاتے ہوئے بتانے لگا کہ یہ لوگ ایک متوسط طبقے سے تعلق رکھتے ہیں اور محلے میں رہتے ہیں۔ کوئی امریکہ سے نہیں آے۔ ادھر آتے تو بڑی گاڑی رینٹ پر لاتے۔

کرن کا بھائی طیب نے بیوی کا سارا سامان باہر پھینکا اور چندہ اور اس کے والدین سامان سمیٹے لگے۔ جیسے لوٹ مچی ہو۔ وہ لوگ سامان لے کر چلتے

بنے۔ چندہ نے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ سب رشتے دار باتیں بنانے لگے۔ کہ کس قسم کی عورت تھی جو اتنا پیار کرنے والوں کو چھوڑ کر چلی گئی۔ ان پیسوں کو کتنا عرصہ کھائے گی۔ ساجد بھی پیسے ختم ہونے کے بعد اس کو چھوڑ دے گا پھر پچھتائے گی

کرن کے بھائی طیب نے سب خاندان والوں سے کہا کہ اب آپ لوگوں کے سامنے ساری حقیقت کھل چکی ہے کہ میری بہن بے قصور ہے۔ پھر اسے گلے لگا کر رونے لگا اور معافی مانگنے لگا کہ اس نے چندہ کی باتوں میں آکر اسے تنگ کیا۔ وہ کہنے لگا کہ سب گھر والوں نے مجھے منع بھی کیا کہ وہ ساتھ نبھانے والی نہیں ہے۔ مگر میں اس کی چال بازیوں کو نہ سمجھ سکا میرے ایک غلط فیصلے سے میری بہن کی زندگی برباد ہو گئی۔ ماں نے روتے ہوئے کہا کہ میرے دونوں بچوں کی زندگی برباد ہو گئی۔

ایک رشتے دار فیملی جو کافی دیر سے آپس میں کھسر پھسر کر رہی تھی۔ ایک عورت اٹھی اور کرن کی ماں سے بولی۔ میں اپنے بیٹے مدثر کے لیے کرن کا رشتہ مانگتی ہوں اور آج ہی نکاح بھی کر لیتے ہیں کرن کے والدین کو ان کا گھرانہ ہر لحاظ سے پسند تھا انہوں نے اس رشتے کو تھوڑی سی پس و پیش کے بعد قبول کر لیا۔ کرن نے بھی ہاں کر دی۔ مدثر کے والدین نے کہا ہم ابھی صرف نکاح کریں گے اور رخصتی دھوم دھام سے سال کے بعد ہو گی کرن کے والدین نے سکھ کا سانس لیا۔ وہ لوگ امیر تھے۔ طیب اعلیٰ تعلیم یافتہ اور اچھے کردار کا خوش شکل لڑکا تھا۔ ہم عمر مہمان لڑکیاں اسے چھیڑ چھاڑ کرنے لگیں کہ یہ تو اچھے بھی ہیں اور اپنے بھی ہیں۔ کچھ تو اس کی قسمت پر رشک کر رہے تھے۔ مدثر اکلوتا۔ ہینڈ سم اور اچھے خاندان سے تھا۔ کرن نے بھی حالات سے سمجھوتہ کر لیا۔ انہوں نے پانچ لاکھ حق مہر دیا۔ حالانکہ کرن سمیت اس کے گھر والوں نے انکار کیا مگر وہ نہ مانے۔ کرن کے والدین

نے بھی لڑکے کو پانچ لاکھ سلامی دی تو انہوں نے دو لاکھ لے کر باقی یہ کہہ کر واپس کر دی کہ ہم کرن کو سوائے سلامی کے کچھ بھی نہ دے سکے۔ وہ زیور خریدنے بازار جانا چاہ رہے تھے مگر کرن کے گھر والوں نے منع کر دیا کہ کوئی بات نہیں ہم نے بھی کچھ نہیں دیا۔ باقی کسر شادی پر نکال لیں گے۔ ڈھولک بجی۔ سب نے ہلہ گلہ مچایا۔ ہوٹل کی بکنگ کینسل کرا دی۔ کیونکہ نکاح گھر میں ہی ہو چکا تھا۔ کرن کا بھائی طیب اداس اداس پھر رہا تھا سب کو اس کا افسوس ہو رہا تھا کچھ نے سمجھایا کہ تم تو اس رشتے کو نیک نیتی سے نبھا رہے تھے دیکھنا اللہ تعالیٰ ضرور اس کا اجراء عطاء فرمائے گے اور اچھی بیوی ملے گی۔ تو وہ دکھ سے بولا میں اب شادی نہیں کروں گا۔ سب تسلیاں دینے لگے۔ اور وہ پھوٹ کر رونے لگا اور بولا میں نے کبھی اس کے ساتھ زیادتی نہیں کی۔ کسی چیز کی کمی نہ ہونے دی۔ کھلے پیسے دیئے کبھی حساب نہ مانگا۔ وہ پیسے وہ اسے دیتی۔ اس کے پیچھے میں نے گھر والوں سے لڑ پڑتا تھا۔

پھر بھی اس نے میرے پیار کی قدر نہ کی۔مجھے بھی میرے غرور کی سزا ملی ہے۔میں نے سوچا مجھ میں کچھ کمی نہیں ہے۔میرے پاس تعلیم ہے دولت ہے۔عزت دار گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں پھر چندہ بھی مجھ سے شادی کر کے خوش رہے گی۔اس کے گھر والے بھی میرے رشتے سے انکار نہ کریں گے۔مجھے غرور کی سزا ملی۔سب کچھ ہونے کے باوجود وہ مجھے چھوڑ کر چلی گئی۔کچھ بھی کام نہ آیا۔نہ میری دولت نہ تعلیم نہ عہدہ نہ خاندانی عزت جس پر میں غرور کرتا تھا کہ مجھے جب اس پر پہلی بار شک ہوا کہ اس کے ساجد کے ساتھ تعلقات ہیں تو میں نے غرور سے سوچا بھلا اس کی میرے آگے کیا اہمیت ہے۔وہ بھلا میرے مقابلے میں اس کو کیا اہمیت دے گی۔وہ اسے کیا دے سکتا ہے۔سچ ہے غرور کا سر نیچے ہوتا ہے اور مجھے غرور کی سزا ملی ہے۔

سب اس کے غم کو سمجھ رہے تھے کہ جو زخم چندہ نے اسے دیا ہے اسے بھرنے میں وقت تو لگے گا۔کرن کے والدین بیٹی کی طرف سے تو مطمئن ہو

گئے تھے۔ سب کے سمجھانے پر وہ نارمل تو ہو گیا تھا مگر اداسی اس کے رگ وپے میں سما گئی تھی۔ اور وہ سنجیدہ ہو گیا۔ طیب کو رشتہ داروں نے نچایا بھی۔ نکاح کے وقت بھی وہ صرف مسکراتا رہا۔ سب جانتے تھے کہ وہ سنجیدہ مزاج ہے۔ کرن تھوڑا بہت مسکرا لیتی تھی۔ ادسی اس کے اندر تھی جو اسے مسکرانے نہ دیتی۔ سب سمجھ رہے تھے اسے رشتہ ٹوٹنے کا دکھ ہے وہ اسے سمجھاتے کہ شکر کرو لالچی اور فراڈی لوگوں سے بچ کر خاندانی لوگوں میں جا رہی ہو۔ بھائی کے اجڑنے کا بھی غم نہ کرو۔ وقت پر اس سے جان چھوٹ گئی ہے۔ ورنہ اگر بچے ہو جاتے تو ایسی عورت کو نہ چھوڑ سکتے نہ رکھ سکتے اور بچوں کی تربیت اور مستقبل الگ تباہ ہوتا۔ سب کرن کی ماں کو مشورہ دے رہے تھے کہ اس کی جلد کسی شریف اچھی لڑکی سے شادی کر دینا تو یہ جلد اس کے غم سے نکل آئے گا۔

صبا علی کے جانے سے بہت اداس تھی اس کا دل نہ لگ رہا تھا کیونکہ پورے خاندان میں ایک صبا اور علی ہی پڑھے لکھے تھے۔ علی کے جانے کے بعد امام دین نے صبا کے والد سے کہا کہ تمھاری ایک ہی بیٹی رہ گئی ہے بہتر ہے کہ تم لوگ علی کے کمرے میں آکر شفٹ ہو جاو۔۔ ہم سب اکھٹے رہتے ہیں۔ تمھارے کرائے کی بھی بچت ہو جائے گی۔ علی کو بھی جا کر فکر رہنی شروع ہو گئی ہے کہ صبا جوان ہے اور اکثر ماموں رات تک ٹیکسی چلاتے ہیں تو صبا اور مامی کا ادھر اکیلے رہنا ٹھیک نہیں ہے ان کو میرے کمرے میں شفٹ کر دیں۔ ماموں مان نہیں رہا تھا جب علی نے سختی سے کہا تو مان گیا۔

کرن کے نکاح کے دوسرے دن ہی سب مہمان واپس چلے گئے۔ کرن کے ساس سسر نے کرن سے کہا کہ وہ طیب سے فون پر بات کرتی رہے۔ اس نے کہا کہ روز تو نہیں کبھی کبھار کر لیا کروں گی۔

صبا جب علی کے گھر شفٹ ہوئی تو علی کے چھوٹے بھائی کو ہر وقت پڑھائی پر لیکچر دیتی اس نے اثر بھی لینا شروع کر دیا اس کو تھوڑا بہت شوق بھی تھا مگر وہ گھر کے حالات سے واقف تھا کہ کیسے علی نے گھر بیٹھ کر تعلیم حاصل کی۔ اور فیس کیسے پوری کرتا تھا ماموں کا گھرانہ اور ان کا گھرانہ صبا اور علی کی پڑھائی کے اخراجات وہ لوگ کیسے پورے کرتے تھے۔ امام دین کو کھانا دے کر سارا گھر تعاون کرتا کہ علی پڑھ رہا ہے۔ ان لوگوں کی فیس بھرنے کے لیے کبھی بھوکے سوتے اور کبھی چنے اور دانے کھا کر گزارا کر لیتے۔

امام دین صبا کی پڑھائی کے بارے میں جانتا تھا اور کچھ نہ بول سکتا تھا کیونکہ اس کے باپ کو اسے پڑھانے کا جنون کی حد تک شوق تھا۔ اس معاملے میں وہ کسی کی نہیں سنتا تھا۔ علی اس کی آڑ میں پیپرز دینے چلا جاتا کہ صبا اکیلی کیسے جائے گی۔ امام دین اس کو نہ روک سکتا تھا وہ جانتا تھا کہ اس کی بیوی اور

علی صبا کو بہت اہمیت دیتے ہیں اور اس کے علاوہ امام دین کے بڑے بیٹے کی بیوی صبا کی بڑی بہن تھی جو سسرال والوں کی خدمت کرتی جس سے گھر والوں کو کافی سکھ چین ملا ہوا تھا۔

علی کا چھوٹا بھائی صبا کے آجانے سے بہت خوش تھا اس کی کمپنی سب کو پسند تھی۔ اس کی سب مانتے تھے اب تو امام دین کو جب سے تعلیم کی اہمیت کا شعور آیا تھا وہ صبا کو بہت اہمیت دینے لگا تھا۔ وہ صبا سے خوش تھا کہ وہ اس کے چھوٹے بیٹے کو پڑھاتی ہے اور وہ بھی شوق رکھنے لگا ہے۔ حتکہ اس نے کالج میں داخلہ بھی لے لیا ہے۔ کیونکہ علی نے جاتے ہی مالک کی فیملی کو امپریس کر دیا مالک نے اس کی شرافت، محنت اور ایمانداری کی وجہ سے اسے گھر کے ایک کمرے میں رہائش دے دی۔ اس کی ایک ہی بیٹی تھی۔ علی کے آنے سے اس کے کاروبار میں بہت فائدہ حاصل ہو رہا تھا۔ آہستہ آہستہ اس نے اسے گھر کا فیملی ممبر بنالیا تھا۔ اس نے اسے اپنا پارٹنر بنالیا تھا

اس کی وجہ یہ تھی کہ امام دین کی ایک بار طبیعت زیادہ خراب ہو گئی۔ایک بار وہ اچانک بیٹھے بیٹھے بے ہوش ہو گیا چھوٹے بھائی نے گھبرا کر علی کو فون کر دیا تو وہ پریشان ہو کر اسی وقت آنے لگا تو مالک بہت پریشان ہوا اسے لگا جیسے کوئی اپنا سگا بیٹا اس سے دور جا رہا ہے۔

علی نے سارا کام خود سنبھال لیا تھا اور وہ اب ریلیکس ہو گیا تھا وہ اسے کھونا نہیں چاہتا تھا وہ اسے بیوی کے مشورے اور بیٹی کی رضامندی ظاہر ہونے سے اسے داماد بنانے کا سوچ رہا تھا۔ علی نے اس سے اپنی زات پیشہ کچھ نہ چھپایا تھا اس کے باوجود وہ اسے طبقاتی فرق کی فرسودہ رسم کے عوض گوانا نہ چاہتا تھا وہ اسے گدڑی میں لال سمجھتا تھا وہ سوچتا کہ اگر امیر خاندانی لڑکا بھی اس کی خوبیوں کے برابر نہیں پہنچ سکتا ہے۔ایسے لڑکے کے محض اس لیے ٹھکرانا کہ وہ ایک میراثی کا بیٹا ہے کفر نعمت خداوندی ہے۔اس نے جب بیوی سے جب اس بارے میں رائے لی تو وہ وہ تیزی سے بولی توبہ کریں جی

میں بھلا اس ہیرے جیسے لڑکے کو اس معمولی سی وجہ سے کبھی نہیں گنوا سکتی۔ وہ اس کو بہت پسند کرتی تھی۔

مالک نے ایک بار شادی کے بارے میں رائے پوچھی تو وہ بولا ابھی تو میں اس بارے میں نہیں سوچنا چاہتا۔ ابھی میں اپنی فیملی کو سکھ بھری زندگی گزارنے کے لیے خوب محنت کرنا چاہتا ہوں۔ اور اگر کبھی شادی کرنی بھی پڑی تو اس بات کا فیصلہ میرے والدین کریں گے۔

تب سے مالک نے اس پر مہربانیوں کی بارش کر دی۔ نہ صرف اسے بزنس پارٹنر کی آفر کر دی بلکہ اسے جانے سے روکنے کے لیے اس کے باپ کے بہترین علاج کے لیے بھاری رقم بھی آفر کر دی۔ علی نے وہ رقم بطور قرض لی اور رقم گھر بھجوا دی۔ صبا کے کہنے پر اس نے جانے کا پروگرام کینسل کر دیا۔ کیونکہ صبا ڈاکٹر بن کر ہاوس جاب کر رہی تھی۔ صبا نے بتایا کہ گھر والے

ایسے ہی پریشان ہو گئے ہیں ان کا بلڈ پریشر لو ہو گیا تھا ڈرپ لگی ہے علاج اچھا ہو رہا ہے اب فکر کی کوئی بات نہیں ہے۔

علی کے مالک کی ایک ہی بیٹی تھی۔ جو والدین کی بہت لاڈلی اور بچگانہ زہن کی مالک تھی۔ والدین نے اس سے علی کے بارے میں رائے جاننے کے علاوہ اس کو علی کے بارے میں اونچ نیچ بھی سمجھائی کہ ایک تو وہ خوبصورت ہے شریف ہے۔ پڑھا لکھا ہے زمہ داریوں کو نبھانے کی سمجھ بوجھ بھی رکھتا ہے اور ان کو احسن طریقے سے نبھاتا بھی ہے۔ اس نے پارٹنر شپ دینے کے بعد بیٹی کے رشتے کی آفر کر دی۔ اس نے گھر ٹالنے کی کوشش کی۔ اس کی بیوی کو جلدی تھی کہ یہ اپنی کزن صبا کو بہت اہمیت دیتا ہے اس سے شادی نہ کر لے۔

مالک نے اس کے باپ کی طبیعت پوچھنے کے لیے اس کے باپ کو علی سے نمبر لے کر فون کیا۔ علی اس کے باپ کو اہمیت دینے پر خوش ہو گیا۔ اس

نے نہ صرف علی کے والد سے بات کی بلکہ اس کی ماں سے بھی بھابی جی کہہ کر تسلیاں دیں اور بیوی کی بھی بات کروائی۔ بیوی نے بھی علی کے والد سے بھائی صاحب کہہ کر بات کی اور علی کی ماں کو بھی بھابی جی کہہ کر مخاطب کرتی رہی۔ پھر اس نے صبا سے بھی ایسے انداز میں بات کی جیسے اسے جتلا دیا ہو کہ تم علی کی بہن ہی ہو اس نے کہا کہ بائی علی تو تمھارا بہت زکر کرتا رہتا ہے۔ لگتا ہے تم دونوں بہن بھائی میں خوب دوستی ہے۔ صبا جو سپیکر آن کر کے گھر والوں کی بات کروا رہی تھی بولی جی آنٹی جی۔ مالک کی بیوی نے مکھن لگاتے ہوئے کہا کہ ویسے تو مجھے سب سے بات کر کے اچھا لگا مگر تم سے بھی بات کر کے اچھا لگا۔ ارے میری ایک معصوم سی مزاج کی بیٹی ہے اس سے دوستی کر لو تاکہ وہ تمھاری دوستی سے کچھ سمجھداری سیکھ لے۔ پھر اس نے بیٹی سے بات کی اور اسے اپنا دوست بنا لیا۔

علی کے مالک کی بیٹی شوخ و چینچل اور خوش مزاج تھی۔ اسے علی سے شادی کرنے پر کوئی اعتراض نہ تھا۔ وہ ہینڈ سم تھا۔ اس کے والدین اس کا رشتہ کروانے کے لیے کوشاں تھے۔ آخر مالک کی بیوی نے صبا سے بات کی وہ جانتی تھی کہ اس گھر میں صبا کو بہت اہمیت حاصل ہے اور صبا ایک مخلص لڑکی ہے۔ اسے اس پر اعتماد تھا کہ وہ ان لوگوں کا خاص طور پر علی کا بھلا چاہتی ہے۔ اس لیے اس نے اسَ سے ایسے بات کی جیسے وہ اس کی بہن ہو۔ اس نے اسے سمجھانے والے انداز میں کہا کہ دیکھو بیٹا تم بھائی کو سمجھاو اس رشتے سے اس کو بھی فائدہ حاصل ہو گا ہم جہاں پر بھی بیٹے کی شادی کریں گے ہماری تمام دولت کا وہ بھی برابر کا حصے دار ہو گا۔ ہماری بیٹی کے رشتے آ رہے ہیں اور ہم کم از کم رشتہ کر دینا چاہتے ہیں شادی کے لئے ابھی وقت ہے کیونکہ وہ ابھی پڑھائی کر رہی ہے اور جب تک مکمل ہو گی ہم اس کی شادی کی

تیاریاں مکمل کر لیں گے۔ اگر ہم اس کی شادی کسی اور سے طے کرتے ہیں تو ہمیں علی سے ہو سکتا ہے جاب چھڑوا کر اسے پارٹنر بنانا پڑے۔ تم اس کے والدین کو سب سچویشن بتاو اگر وہ راضی ہوں تو تمھارے انکل امام دین بھائی صاحب سے خود بات کر لیں گے۔ اس نے حامی بھر لی کہ وہ بات کر کے بتائے گی اور ایک ہفتے کے بعد جواب دے گی۔

صبا نے پرانی سم آن کر لی۔ کرن جو اکثر فارغ وقت میں صبا کا نمبر ٹرائی کرتی رہتی تھی وہ خود نہیں جانتی کہ وہ ایسا کیوں کرتی ہے وہ صبا کو مس کیوں کرتی ہے۔ جبکہ وہ بلند خیالات کی مالک تھی اس نے قسمت کے ساتھ سمجھوتہ کر لیا تھا اس کے سسرال والے اس کو بہت اہمیت دیتے اور زبردستی بیٹے کو مہینے میں کرن کو فون کرنے کا آرڈر دیتے۔ ساس خود بھی کرتی اور چکر بھی لگاتی رہتی اس کے لیے گفٹ بھی لاتی۔ وہ منع کرتی تو کہتی میرا ایک ہی تو بیٹا ہے میں اَس کے ارمان پورے کرتی ہوں۔ اسے دوبئ میں جاب مل گئی تھی

وہ زور و شور سے شادی کی تیاریوں میں مصروف تھی۔ اور بیٹے کے چھٹی آنے پر جلد دھوم دھام سے شادی کر دینا چاہتی تھی۔ طیب کی ماں کرن کی پسند سے شاپنگ کر رہی تھی۔ وہ اس کو بازار ساتھ لے جاتی۔ کرن کی ماں بھی ساتھ جاتی اور کرن کے لیے شاپنگ کرتی۔ کرن ماں کو سمجھاتی کہ بھائی کی شادی کی تیاری بھی ساتھ کر لیتے ہیں اور زبردستی اس کی کسی اچھی لڑکی کے ساتھ شادی کر دیتے ہیں اس لیے وہ ساتھ بھائی کی بھی شاپنگ کرنے لگی۔

کرن کو مدثر کی ماں بہت پسند تھی وہ مخلص عورت تھی۔ کافی حد تک انہوں نے شادی کی شاپنگ مکمل کر لی تھی۔ اسے طیب کی سلجھی اور سنجیدہ عادات پسند تھی وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتی کہ اس نے اب کی بار اچھے لوگوں سے رشتہ جوڑا۔ وہ بھائی کے بہتر مستقبل کے لئے بھی بہت دعائیں کرتی۔ اور رشتے والی سے کوئی بھائی طیب کے لیے رشتہ تلاش کر رہی تھیں۔ وہ کہتی کہ

ہم پہلے تصویر دیکھ کر اور طیب کو پسند کروا کر پھر لڑکی والوں کے گھر جاہیں گے۔ انہیں جا جا کر بے چاری لڑکیوں کو ریجیکٹ کرنا سخت ناپسند تھا خود ان پر بیت چکی تھی۔ کافی فوٹو کچھ کرن کے گھر والوں کو پسند بھی آ گئے تھے مگر طیب نہ مانتا گھر والوں نے سختی سے وارننگ اسے دے دی تھی کہ کرن سے پہلے اس کی شادی کرنی ہے تاکہ کرن کے جانے کے بعد اس گھر میں بہو آ جاے۔ وہ مسلسل انکار کرتا اس کو اب یقین تھا کہ گھر والے اب ٹلنے والے نہیں تو وہ یہ بہانہ کر دیتا کہ اسے تصویر پسند نہیں آئی۔ چندہ نے کرن کو فون کیا اور اپنی شادی پر انوائیٹ کیا مگر چندہ نے اخلاق کا دامن نہ چھوڑا اور اس سے اچھے طریقے سے بات کی اور مبارکباد دی۔ تو وہ حیران اور شرمندہ سی رہ گئی کیونکہ اس نے تو فون جلانے کے لیے کیا تھا کہ اس کی شادی ساجد سے ہو رہی ہے اور وہ اپنے پیار کو پا کر بہت خوش ہے۔ کرن نے گھر والوں کو بتایا تو طیب غصے سے اٹھ کر باہر چلا گیا اور ماں بدعاہیں دینے لگی کہ اس نے

میرے بچوں کی زندگی تباہ کی۔ وہ دیکھنا کبھی خوش نہ رہ پائے گی۔ شوہر نے اسے کول کیا اور معاف کرنے کا کہا معاف کرنے سے اپنے گناہ بھی جھڑتے ہیں۔ اس نے ہمیں اچھے کھانے بھی پکا کر کھلائے ہیں کرن کی قسمت سنور گئی ہے اور بیٹے کی بھی انشاء اللہ اچھی ہو گی ہم نے کبھی کسی کا برا نہیں چاہا اس لیے ہمارے ساتھ بھی نہیں ہو گا بیٹے کو اچھی لڑکی ملے گی تو سب بھول جائے گا۔ تم فکر نہ کرو۔ بس اچھی لڑکی ڈھونڈنے کی کوشش جاری رکھو۔

کرن شاپنگ کرنے گئی ساتھ میں ماں ساس اور طیب تھا اچانک ادھر۔ مال میں صبا مل گئی جو علی کے چھوٹے بھائی کے ساتھ شاپنگ کرنے آئی تھی۔

کرن اسے دیکھ کر جوش و خوشی سے نہال ہو گئی دوڑ کر اس سے لپٹ گئی۔

دونوں بہت خوش ہوئیں اور باتوں کا تبادلہ ہوا۔ کرن نے ساس سے تعارف کروایا تو صبا نے سلام کیا۔ اس نے آہستگی سے جواب میں ہونٹ ہلا دیے۔

صبا بولی ہاں میں نے شادی پہ انہیں دیکھا تھا مبارک ہو بہت۔ صبا حیرت میں تھی۔ تو کرن سمجھ گئی اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔ صبا افسوس کرنے لگی۔ کرن کی ماں صبا سے پیار سے باتیں کررہی تھی۔ اس کا کزن طیب سے ہاتھ ملا کر خاموش کھڑا تھا کرن کا بھائی بھی خاموش تھا۔ کرن کی ساس بے زار شکل بنا کر کھڑی تھی۔ کرن نے اس سے فون نمبر مانگا تو اس نے بتایا کہ اس نے پرانا نمبر ان کر دیا ہے۔ کرن نے کہا میں نے کافی بار ٹرائی کیا مگر بند ملتا تھا۔ کرن کی ماں نے علی کا پوچھا تو صبا نے بس اتنا کہا جی وہ بھی ٹھیک ہے۔ اس کا رشتہ طے ہو گیا ہے۔ کرن کی ساس نے کہا مگر وہ تو کھسرا تھا صبا بولی جی وہ لڑکا تھا بس حالات کی مجبوری کے تحت ایسا کرنا پڑا۔ کرن کی ساس بولی مگر یہ تو فراڈ ہوا نا۔ چلیں فراڈ ہی مان لیتے ہیں مگر اس میں وہ کسی کو نہیں نقصان تو نہیں پہنچاتے صرف انہیں انٹرٹین کرتے ہیں بدلے میں وہ انہیں اجرت قدموں میں روندھ کر دیتے ہیں۔ وہ یہ رقم فکس کر کے عزت سے بھی دے سکتے

ہیں آخر وہ بھی انسان ہیں غربت ان کا جرم بن جاتا ہے جس کی سزا وہ امیروں سے زلت کی صورت میں بے قصور ساری زندگی بھگتتے رہتے ہیں۔

قانون بھی صرف امیروں کا ہوتا ہے وہ جرم کر کے بھی باعزت بری ہو جاتے ہیں اور غریب معمولی جرم کی پاداش میں بڑی سزا کے حقدار ٹھہرائے جاتے ہیں۔ اور کڑی سزا پاتے ہیں۔

کرن کی ساس لاجواب ہو گئی اور کرن کو چلنے کا کہا۔ کرن نے اچھا کہا۔ کرن کی ماں نے قریب جا کر اس سے پیار سے پوچھا علی کا تو ہو گیا اور تمھارا؟ صبا نے نظریں جھکا کر جواب دیا نہیں ابھی نہیں ہوا۔ وہ اسے پیار کر کے چل پڑی۔ صبا نے کرن کی ساس کو بھی خدا حافظ کہا مگر اس نے جواب نہ دیا اور اگنور کر کے چل پڑی۔

کرن کی ساس نے کرن سے کہا دیکھو بیٹا تم ایک اعلیٰ اور عزت دار گھرانے کی بہو بننے جا رہی ہو۔ ان میراثی ٹائپ لوگوں سے دوستی تمہیں زیب نہیں

دیتی۔ اسے آہندہ مت ملنا نہ ہی فون کرنا۔ اسے مہندی لگوانے یا میک اپ کروانے کی ضرورت نہیں میں تمھارا بہت مہنگے پارلر سے تیار کرواوں گی۔

کرن نے دل میں افسوس کرتے ہوئے کہا کہ انٹی اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب انسان برابر ہیں اور تقویٰ کی بنیاد پر ابھی وہ اتنا ہی بولی تھی کہ ساس نے ٹوکتے ہوئے کہا کہ بس کرو یار یہ لیکچر اگے اس میراثن نے فضول باتیں کر کے دماغ خراب کر دیا۔ تم لوگوں نے انہیں بہت سر پر چڑھا رکھا ہے ان لوگوں سے فاصلے میں رہنا چاہیے۔ میں تو ملازموں کو منہ نہیں لگاتی ہوں۔

توبہ ہے کتنی لمبی زبان ہے اس لڑکی کی۔ سب خاموش تھے کرن اداس رہی۔ اس کی ماں اور بھائی بھی خاموش تھے کرن کی ساس ڈرائیور کے ساتھ آتی تھی اس کو کرن کے گھر چھوڑتی اور خود ان لوگوں کے ساتھ شاپنگ پر جاتی۔ تاکہ اچھی شاپنگ ہو سکے کرن کی چواہس اچھی تھی اسے لیٹسٹ فیشن کا بھی پتا تھا۔ نیٹ پر بھی دیکھتی رہتی۔ جبکہ اس کی ساس کو ان

چیزوں کا کوئی شعور نہ تھا وہ سال پرانے ڈیزائن کو بڑا پیارا بولتی تو کرن بولتی آنٹی یہ سال پرانا فیشن ہے۔ تو وہ شرمندہ ہو جاتی۔ آج وہ رکی نہیں اور سب کے موڈ کے پیش نظر جلد چلی گئی ورنہ وہ چائے پی کر جاتی تھی کسی نے اسے رکنے اور چائے پینے کا بھی نہ پوچھا۔ آج اس کا یہ روپ دیکھ کر سب حیران و پریشان تھے۔

====================

صبا سب سے پیار کرنے والی لڑکی تھی اس میں اخلاص کی خوبی تھی۔ وہ اور علی بچپن کے ساتھی تھے صبا کی بہن کی علی کے بھائی سے شادی ہوئی تو پہلا بچہ معزور پیدا ہوا اور جلد ہی مر گیا اس کے بعد دوسرا پیدا ہوا تو کوئی مسئلہ زچگی میں ہوا اور ڈاکٹروں نے کہا کہ یہ اب دوبارہ ماں نہیں بن سکتی۔ وہ بچہ بھی معزور تھا کچھ عرصے بعد وہ بھی مر گیا تو صبا نے دل میں عہد کر لیا کہ وہ

کزن میرج نہیں کرے گی۔ڈاکٹرز کزن میرج سے منع کرتے ہیں۔ علی اور صبا کے گھر والے تو دونوں کی شادی کرنا چاہتے تھے مگر صبا نے سختی سے انکار کر دیا کہ اس کا کوئی بھائی نہیں ہے اور وہ علی کو ہمیشہ بھائی ہی سمجھتی رہی ہے اور اس کے ساتھ شادی کا سوچ بھی نہیں سکتی۔ پھر اس نے کافی دلائل سے علی کے لیے اس کے مالک کی بیٹی کے ساتھ رشتے کے لیے سب کو راضی کر لیا۔ علی کو بھی اس نے ہر طرح سے سمجھالیا۔ علی نے بھی صبا سے کہا کہ اس نے بھی ہمیشہ اسے بہن ہی سمجھا ہے۔ گھر والوں کو بھی علی نے بتا دیا کہ وہ صبا کو ہمیشہ سے بہن تصور کر تا رہا ہے۔ صبا نے علی کو کرن کی ملاقات کا بھی بتایا اور یہ بھی بتایا کہ وہ اس کے رشتے دار اور ہم پلہ ہیں۔ وہ بہت خوش ہے۔

اور ساس کے ساتھ شادی کی تیاریوں میں مصروف ہے اور اس کا نکاح ہو چکا ہے اور اس کا منگیتر بھی دوبئی میں جاب کرتا ہے۔ علی سن کر خاموش ہو گیا اور صبا سے کہا کہ وہ اس کے منگیتر کا اتا پتا بتائے۔ صبا چڑ کر بولی کیا ضرورت

ہے اب وہ بھی خوش ہے تمھاری مالک کی بیٹی سے شادی ہونے والی ہے تو وہ نہ مانا سب کے کہنے پر میں شادی کر رہا ہوں نا۔ صبا بولی اس سے مل کر کیا بولو گے کہ میں اس کا کون ہوں۔ تو وہ جواب میں بولا۔ میں نے ان لوگوں کا نمک کھایا ہے بہت اچھے اور سادے لوگ ہیں۔ میں اس پر صرف نظر رکھوں گا ملوں گا نہیں۔ مجبور صبا کو کرن کو کال کرنا پڑی۔ تو وہ بہت خوش ہوئی اور ساس کے رویے کی معافی مانگی تو صبا سرد آہ بھر کر بولی کیا برا منانا ہم لوگ بچپن سے ہی بے عزتی سہنے کے عادی ہوتے ہیں شاید غریبی کا دوسرا نام ہی زلت ہے۔ کرن نے اس سے کبھی حالات نہیں پوچھے وہ سمجھتی تھی کہ یہ بات پوچھ کر اس کی دکھتی رگ کو چھیڑنے والی بات ہے۔ وہ اس کی تعلیم کے بارے میں بھی نہ پوچھتی تھی۔ وہ سمجھتی تھی کہ شاید وہ انپڑھ ہے تھوڑا بہت پڑھی ہے۔ کرن کو یاد تھا کہ اس کی شادی پر کسی نے اس سے تعلیم پوچھی تو اس نے بتایا تھا کہ بس گزارہ چلا لیتی ہوں۔ صبا نے بہانے سے

اس سے منگیتر کی معلومات لے لی تھیں اور فوٹو بھی منگوالی تھی۔ اور علی کو بھجوادی اور ساتھ اس کی بات پکی کرنے کے لیے اس کی مالکن کو فون کر دیا جو اس کے فون کی منتظر تھی۔ بہت خوش ہوئی اور ان لوگوں نے بغیر دیر کیے علی کو بتا کر امام دین کو فون کر دیا۔ امام دین صبا کے کہنے پر علی سے رضامندی لے چکا تھا اور مالکن بیٹی کی تصاویر بھی صبا کو بھیجتی رہتی تھی اور لاہیو کال بھی بیٹی کی کروائی تھی صبا سمجھ رہی تھی کہ وہ کس مقصد کے لیے ایسا کر رہی ہیں اور اسی لیے اس نے سب سے بات کروادی تھی بھولی بھالی کم عمر پیاری سی بچی تھی سب کو اس کی شوخ طبیعت اور اخلاق پسند آیا تھا۔

جب علی کے مالک نے بات کی کہ وہ آپ لوگوں کے ساتھ ہمیشہ کا رشتہ جوڑنا چاہتا ہے تو امام دین نے ایک سرد آہ بھر کر کہا کہ میرے لئے تو آپ سے رشتہ جوڑنا خوش قسمتی ہو گا مگر آپ نے شاید دور کی نہیں سوچی۔ ہم جدی پشتی مراثی ہیں۔ اور ہم جیسے امیر بھی ہو جاہیں تو ہمارے پہچان اور پیشے

کی چھاپ سات پشتوں تک رہتی ہے اور آپ جیسے خدا نہ کرے غریب بھی

ہو جاہیں تو ان کی امیری کی چھاپ سات پشتوں تک رہتی ہے۔ شادی ایک

مقدس بندھن ہے جس میں لڑکی کو پورے خاندان کو ساتھ

لے کر چلنا ہوتا ہے خاندان کی خوشی و غمی میں شامل ہونا پڑتا ہے۔ ہمیں

آپ کے خاندان سے ملنا پڑے گا اور آپ کو ہمارے خاندان سے ملنا جلنا

پڑے گا۔ بچی کا ماحول ہمارے ماحول سے فرق ہے۔ وہ نہ جلد گھبرا جاے

اور خدا نخواستہ اس کی زندگی برباد نہ ہو جائے یا لوگوں کے طعنوں سے

پچھتائے نہ۔ مالک مایوس ہوتے ہوئے بولا تو پھر میں آپ کی طرف سے انکار

سمجھوں۔ امام دین تیزی سے بولا نہ جناب آپ نے مجھے عزت بخشی ہے میں

تو ایسا سوچ بھی نہیں سکتا آپ کی بچی سے لاہیو بات ہوئی ہے بہت معصوم بچی

ہے ہم سب کو پسند آئی ہے میں تو آپ کے بھلے کے لیے کہہ رہا تھا کہ لوگ

آپ کو طعنے مار مار کر جینا دوبھر کر دیں گے اور آپ پچھتانے پر مجبور ہو جائیں

گے۔ کہ ایک میراثی خاندان سے رشتہ جوڑا ہے۔ اور آپ کے رشتے دار تو ہمیں عزت سے پاس بٹھانا بھی پسند کریں گے نہ میرے بیٹے کو عزت دیں گے ہم تو سب برداشت کرلیں گے کیونکہ ہم غریبوں کی بے عزتی گھٹی میں پڑی ہوتی ہے۔ ہمیں غریبی کا قصور ہونے پر ہر جگہ زلت کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ ہم ان کی عیاشی اور سہولت کے لیے معمولی اجرت پر سردی گرمی میں کھڑے ہو کر محل بناتے ہیں اور جواب میں وہ لوگ بات بھی زلت بھرے لہجے میں کرتے ہیں۔ اور اجرت بھی احسان کی طرح دیتے ہیں جیسے ان کی بے روزگاری پر احسان عظیم کر رہے ہیں۔ ان کے کھانے تو دور ان کے لیے پانی کا انتظام بھی نہیں کرتے۔ وہ بے چارے کسی قریبی ہوٹل سے سستا کھانا لے کر کھاتے ہیں اور قریبی گھروں سے دروازے کھٹکھٹا کر معزرت کرتے پانی کی ٹھنڈی بوتل مانگتے ہیں پھر امام روندھی ہوئی آواز میں بولا میں نے ساری سچائی آپ کے سامنے رکھ دی ہے۔ مالک پرجوش لہجے میں بولا کہ

بلکل اس دنیا میں ایسا ہی طبقاتی فرق لوگوں کے دلوں میں گھر کر گیا ہمیں اس معاشرے کو بدلنے کی کوشش کرنی ہے۔ اگر سب ہی دنیا کے ڈر سے اس کوشش کو آگے بڑھانے میں ہچکچائیں گے تو ظلم ہوتا رہے گا اور امیر دوزخ کا ایندھن بنتے رہیں گے۔ یہ ان کے حق میں بھی بھلا ہو گا۔ رہی رشتہ داروں کے عزت کرنے کی بات تو ہم سب کو سچائی بتائیں گے معززت کے ساتھ کہ ہم نے میراثی گھرانے میں رشتہ کیا ہے۔ اگر کسی نے اعتراض کیا تو وہ اپنے گھر خوش اور ہم اپنے۔ جو آپ لوگوں کی عزت نہیں کرے گا ہم بھی اس کی عزت نہیں کریں گے اب آپ بتائیں کیا فیصلہ ہے۔ اگر کوئی شرط ہے یا کچھ لکھوانا ہے۔ تو وہ بھی مجھے منظور ہے۔

امام دین ہنس کر بولا جناب یہ شرطیں تو لڑکی والے رکھتے ہیں اگر آپ پاس ہوتے تو میں آپ کو گلے لگا کر منہ میٹھا کراتا۔ مالک ایکدم خوش ہوتے ہوئے بولا آپ نے ہاں کرنے میں دیر لگا دی۔ میری بیگم تو سانس روکے بیٹھی

تھی۔ پھر مالک نے کہا کہ صبا بیٹی نے ہمارا بہت ساتھ دیا ہے اس نے آس لگا دی تھی کہ انشاء اللہ منہ میٹھا ہو گا تو ہم نے اون لائن مٹھائی آرڈر کر دی تھی امید ہے جلد پہنچ جائے گی۔ پھر سب نے ایک دوسرے کو مبارک باد دی۔

امام دین نے مالک سے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ میں نے دوسروں کا غصہ آپ پر نکال دیا۔ وہ بولا اچھا کیا مجھے شعور دیا، ورنہ لاکھ اچھا ہونے کے باوجود کسی غریب کی بے عزتی بھی نہ کریں مگر غریبوں کے مسائل کا احساس نہیں ہوتا کہ جہاں گھر بنانے پر لاکھوں، کروڑوں لگا دیتے ہیں وہاں اپنی آخرت سنوارنے کے لیے غریبوں کی مدد کر دیں۔

مٹھائی آچکی تھی اور سب خوشی سے جشن منا رہے تھے اور ناچ رہے تھے

امام دین نے جوش سے کہا کہ ہم دوسروں کی خوشیوں میں ناچتے ہیں آج تو سب ناچو ہمارے بیٹے کی خوشی ہے۔ اس نے اپنا بجانے کا سازوں سامان نکال لیا اور گانے لگا گھر والے سب تالی بجا رہے تھے اور صبا وڈیو بنا رہی تھی امام

دین کی آواز بہت اچھی تھی جب وہ گاتا تو سماع بندھ جاتا۔ کافی دیر وہ خوشی مناتے رہے۔ علی کا چھوٹا بھائی انڈین گانے لگا کر جدید ڈانس کرنے لگا آج صبا نے بھی انڈین گانے پر جوش سے ناچی۔ علی کا چھوٹا بھائی جو کالج داخلے کے بعد اب پینٹ شرٹ ہی پہنتا تھا۔ وہ صبا کی وڈیو بنانے لگا۔ صبا کا باپ ماں علی کی ماں سب ناچ رہے تھے۔ جب محفل تمام ہوئی تو صبا نے کہا آج ہمارے ناچ گانے پر پیسے دیکر ہمیں زلیل کرنے والا کوئی نہ تھا اور آنکھوں میں آنسو بھر کر دوڑ کر کمرے میں چلی گئی۔ کسی نے اسے ڈسٹرب نہ کیا تھوڑی دیر کے بعد وہ باہر آکر بولی میں بھی پاگل ہوں جو اس خوشی کے موقع پر گھٹیا لوگوں کے دیے ہوئے غم کو یاد کر کے خوشی خراب کر رہی ہوں۔ اسکے بعد اس نے یہ وڈیو وٹس ایپ کر کے علی اور مالکن کو بھیج دی۔

==---------------

علی کی مالکن اور اس کے شوہر نے جب وڈیو دیکھی تو کافی امپریس ہوئے۔

امام دین کی آواز میں جادو تھا سب خوشیاں منارہے تھے ناچ گا رہے تھے۔

صبا کی ڈانس والی وڈیو صبا نے صرف مالکن کی بیٹی کو بھیجی۔ بیٹی نے ماں کو دکھائی تو ماں جو صبا سے پہلے ہی متاثر تھی اس کی سلجھی گفتگو سے اور اس کے خلوص سے۔ اب وہ ہر فن مولا تھی اور بہت سوبر ڈانس کر رہی تھی وہ سوچنے لگی گھر میں ہیرا موجود ہے۔ لڑکی ڈاکٹر ہے پھر ان لوگوں نے علی کی شادی اس سے کیوں نہ کی۔ شاید غربت وجہ تھی۔

صبا کی ابھی تک جاب نہ لگی تھی پھر ایک پرائیوٹ کلینک میں کم تنخواہ پر لگ گئی۔

علی رشتے کے بعد اپنے کمیشن سے گھر خریدنا چاہتا تھا مالک نے کہا کہ دو قریب قریب گھر خریدو ایک اس کیلیئے۔ علی نے گھر والوں کے گھر

ڈھونڈنے کی زمہ داری لگا دی۔صبا اور علی کا چھوٹا بھائی صبا کے باپ کے ساتھ ٹیکسی میں جاتے اور گھروں کی وڈیو وغیرہ بنا کر علی کو بھجواتے۔ مگر ابھی تک علی کو کوئی پسند نہ آیا تھا علی نے اپنے کمیشن سے ماموں اور چھوٹے بھائی کو پاکستان میں بزنس کرنے کا فیصلہ دیا اور ادھر سے ہی گاہیڈ کرنے لگا ماموں نے تو صاف منع کر دیا کہ یہ کام اس کے بس کا نہیں۔ چھوٹا بھائی بھی تیز تھا اس نے جلد سمجھ لیا اور کافی نفع ہونے لگا۔

امام دین نے کہا کہ جب تک علی نہ آجائے ہم اپنا رہن سہن وہی رکھیں گے۔کوئی فضول خرچی نہیں کریں گے۔

صبا نوکری پر جانے لگی اور تنخواہ ساری باپ کو دیتی خود اس سے ضرورت کے لیتی۔وہ علی یا اس کے باپ سے کوئی امداد نہیں لیتا تھا امام دین اس سے ڈانٹ کر کھانے پینے کے اخراجات نہ لیتا وہ اسے کہتا جو تو نے میرے بیٹے کی پڑھائی میں ساتھ دیا ہے وہ میں کبھی نہیں بھول سکتا ہوں نہ وہ تمھارا احسان

کبھی اتار سکتا ہوں جو تو نے میری نسل پر کیا ہے۔ علی نے تعلیم حاصل کی تو اس کی شخصیت نکھر گئی اور اتنے امیر آدمی نے اسے بہو بنانے میں فخر سمجھا ورنہ ہم جیسوں کو تو وہ منہ ہی لگانا پاس بٹھانا پسند نہ کرتے۔ تم نے صبا کو تعلیم دلائی۔ اس نے میرے چھوٹے بیٹے کو تعلیم کی طرف لگا دیا اور اس میں بھی شعور آگیا اور وہ بھائی کے بزنس کو ادھر پھیلا رہا ہے۔ تم نے تو بڑی بیٹی کو بھی پڑھانا چاہا ہو گا اور شاید میرا ڈر غالب آگیا ہو گا۔ تم دونوں بہن بھائی بہت سیانے ہو۔ میں ہی بے وقوف تھا۔ صبا کے باپ نے کہا کہ علی بتا رہا تھا کہ اس کے مالک نے آپ کی بہت تعریف کی ہے۔ کہ تمھارے والد کی گفتگو سے میں بہت متاثر ہوا ہوں۔ اتنا کبھی کسی پڑھے لکھے کی گفتگو سے نہیں ہوا۔

امام دین بولا ہم غریب لوگ اس بات سے سمجھوتہ کر لیتے ہیں کہ ہم نے اسی طرح جینا ہے۔ بس ڈر ڈر کر زندگی گزارتے ہیں۔ بس یہ امیر لوگ ہم سے

ناراض نہ ہوں۔ اور نہ ہی آگے بڑھنے کی لگن ہوتی ہے نہ ہی اپنی زات پر اعتماد ہوتا ہے اگر انسان کا اپنے اوپر اعتماد بحال ہو جائے اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ کر ہر کام شروع کرے اور اس کی رحمت سے مایوس نہ ہو تو وہ ضرور کامیاب ہوتا ہے۔

صبا جس کلینک میں کام کرتی تھی اس کلینک کا ڈاکٹر اس سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ کلینک میں اس کی بہن اس سے ملی۔ وہ بھی مل کر بہت خوش ہوئی۔ اس نے کہا بھائی نے کم تعریف کی تھی۔ تم میں اس سے بھی کئی گنا زیادہ خوبیاں موجود ہیں۔ صبا نے کہا میرے والدین کے پاس آپ کو جانا پڑے گا اگر وہ مانے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ وہ بولی وہ تو ہم نے جانا ہی تھا مگر پہلے آپ سے بات کر لیتے۔ اس نے کہا کہ جس دن آنا ہو گا بتا دوں گی۔

صبا نے بڑی بہن سے ماں کو بتانے کا بولا۔ ماں بہت خوش تھی۔ کیونکہ وہ لوگ کافی امیر لوگ تھے۔ صبا نے علی کو بتایا تو اس نے کہا کہ ہے تو بہت

خوشی کی بات مگر پھر بھی ان کے بارے میں میں ماموں سے کہتا ہوں کہ وہ جانچ پڑتال کر لیں۔

کرن کے والدین نے دیکھا بیٹا کسی رشتے پر راضی نہیں ہو رہا ہے اور جب سے صبا سے مال میں ملاقات ہوئی تھی وہ اس سے پہلے ہی متاثر تھیں اب وہ اس کو غربت کے باوجود بہو بنانا چاہتے تھے۔ کرن نے ڈرتے ڈرتے بھائی سے صبا کے بارے میں شادی کی بات کی تو وہ نظریں جھکائے بولا ٹھیک ہے۔ کرن حیران ہوئی۔ خوشی سے اس کا چہرہ کھل گیا۔ پھر وہ اٹھا اور ہاتھ جوڑ کر بولا پلیز اب بس کر دو مجھے لڑکیوں کی تصاویر دیکھانی میں تنگ آگیا ہوں۔ بس اب ادھر ہی فاہنل کر دو تا کہ تم لوگوں کی بھی اس روز روز کے ڈرامے سے جان چھوٹے اور میری بھی۔ منع کر دو اس رشتے والی کو۔ وہ بڑبڑایا روز لے آتی ہے کوئی فوٹو۔ کرن خوشی سے سرشار مسکرا کر دیکھ رہی تھی اور اس کی طرف مسکرا کر دیکھتے ہوئے بولی آپ کی بات پر عمل درآمد کیا جائے گا۔

رشتے والی کو آج ہی فارغ کر دیا جائے گا بلکہ اب اسے اس گھر میں کبھی گھسنے ہی نہیں دیا جائے گا اب اس کی اس گھر میں ضرورت نہیں ہے۔ اور جلد از جلد آپ کے سر پر سہرا سجایا جائے گا۔ اور وہ خوشی سے بھاگ کر والدین کو خوشخبری سنانے چلی گئی۔ وہ سن کر بہت خوش ہوئے اور جلد از جلد اس کا رشتہ لینے جانا چاہتے تھے کہ وہ بہت سی خوبیوں کی مالک ہے تو اس کا رشتہ کوئی اور نہ لے جائے۔

کرن نے صبا سے کہا کہ وہ کل آپ کے گھر رشتہ لینے آنا چاہتے ہیں۔ وہ ہکا بکا رہ گئی۔ اور مختصر بات کی گھر کا ایڈریس سمجھا کر فون بند کر دیا۔ اب پریشان تھی کہ کیا کرے ادھر سے ڈاکٹر لوگ بھی آنے والے تھے۔ اس نے ماں کو بتایا تو اس نے سب سے بات کی مگر کوئی اس رشتے پر راضی نہ ہوا۔ اس نے علی سے بات کی تو وہ بھی تپ کر بولا وہ بے وقوف لڑکا جو پہلے چندہ کے پیار میں پاگل تھا وہ شادی شدہ اور تم کنواری۔ اس نے کہا کہ تم کرن کو فون کر

کے بتادو کہ میرا رشتہ ہو چکا ہے میں مروت میں بتا نہ سکی۔صبا نے اچھا کہہ کر فون بند کر دیا۔

امام دین نے کہا کہ جہاں بیری ہو پتھر آتے ہی ہیں۔ہمیں ان کو منع کرنے سے بہتر ہے ان کو ہمارے اس غربت بھرے آشیانے میں آنے دیا جائے مجھے نہیں لگتا کہ وہ دوبارہ آئیں گے۔جب تک صبا کا رشتہ نہیں ہو جاتا نہ کسی کو بتائیں گے کہ ہم امیر ہو چکے ہیں اس حالت میں جو ہماری بچی کو قبول کرے گا وہی قابل اعتبار ہو گا۔اس لیے بہتر ہے انھیں آنے دیا جائے۔اور ان کی خاطر مدارت میں کوئی کمی نہیں ہونی چاہیے۔اس کی تیاری کرو۔

علی نے مالک سے کہا کہ صبا کے کچھ رشتے والے آرہے ہیں اور کچھ گھر کو بھی فائنل کرنا ہے میں گھر خرید کر اور انہیں شفٹ کروا کر اور صبا کے رشتے کا فائنل کروا کر آتا ہوں۔مالک جواب پاکستان سیٹل ہونا چاہتا تھا وہ یہ کام پاکستان میں رہ کر بھی کر سکتا تھا وہاں سے کبھی کبھار دوبئی ٹور پر آکر مسئلہ

حل ہو سکتا تھا اور علی اس کام کو کر لے گا اس نے علی سے ہلکا ساز کر کیا تھا وہ خوش ہوا تھا کہ اپنے ملک میں رہنے کے لیے تھوڑا بھی کما کر گزارا کر لیں گے یہاں ڈھیروں کمانے کے چکر میں مشین بننے سے بہتر ہے کہ کم میں خوش رہیں اور اپنے پیاروں کے قریب رہیں۔ پیاروں کی قربت دنیا کی سب سے بڑی نعمت ہے۔

جس دن کرن لوگوں نے آنا تھا علی نے بھی اسی دن پہنچنا تھا۔ اس نے اپنے آنے کی خبر کسی کو نہ دی۔ کرن کے باپ نے امام دین سے فون پر بیٹے کے رشتے کے لیے آنے کی اجازت مانگی اس نے دے دی۔

گھر میں ان لوگوں کے آنے کی تیاریاں ہونے لگیں۔ صبا نے چھٹی نہ کی۔ ان لوگوں نے ویسے بھی شام کو آنا تھا اور صبا شام تک آ جاتی تھی۔ ویسے بھی گھر کا زیادہ کام اس کی بڑی بہن کرتی تھی۔ صبا تھکی آتی لیکن شام کو وہ بہن کو نہ کرنے دیتی۔ اور سب کے منع کرنے کے باوجود رات کا کھانا وہ تیار کرتی۔

علی جہاز میں بیٹھ چکا تھا صبا نے علی کی منگیتر کے لیے شگن کی چیزیں بھجوائی تھیں جو ان لوگوں کو بہت پسند آئی تھی۔ علی کو جب بھی موقع ملتا وہ گھر والوں کے لیے تحفے خرید کر رکھتا رہتا اب اچانک جانا پڑا تو اس نے جلدی سے ان سب کو پیک کیا تو مالکن نے بھی ایک بیگ اسے پکڑایا کہ یہ ہم نے رسم کے طور پر ان کو بھجوانے کے لیے خریدے تھے اور اب تم ہی لے جاو۔

کرن لوگ جانے کی تیاریاں کر رہے تھے اور کرن کو وہاں جانے کی ایک خوشی تھی کہ صبا اسے بہت پسند تھی۔ بھائی بھی آج اچھے سے تیار ہو رہا تھا۔ کرن کی ماں بولی کاش ادھر علی بھی ہوتا تو کتنا اچھا ہوتا۔ کرن نے ماں کو دیکھا جیسے ماں نے اس کے دل کی بات کہہ دی ہو پھر اس نے توبہ کی اور اپنے آپ کو لعنت ملامت کی۔ کہ اب اس کا نکاح ہو چکا ہے اور اب وہ کسی اور کی امانت ہے۔

علی جہاز میں بیٹھ کر سوچ رہا تھا کہ سب کتنے خوش ہوں گے وہ اتنے وقت کے بعد اپنوں سے ملنے جا رہا تھا۔ماں تو خوشی سے پاگل ہو جائے گی اور ابا جی تو خوشی سے حیران ہوں گے۔ پھر کرن کا خیال آ گیا کیا پتا وہ لوگ اس کے جانے تک چلے نہ جائیں۔ دل نے ملنے کی خواہش کی۔ مگر پھر اس نے توبہ کی اور منگیتر کا خیال آگیا۔

۔علی کے لیے وقت کاٹنا مشکل ہو رہا تھا آخر اس سے نہ رہا گیا اور جہاز سے اترتے ہی ماموں اور چھوٹے بھائی کو سب بتا دیا اور راز میں رکھنے کا بولا۔ وہ دونوں خوش ہوے۔ماموں نے آ کر علی کے چھوٹے بھائی سے سرگوشی کی دونوں کھسر پھسر کرنے لگے۔ علی کے گھر سے سوا گھنٹے کا راستہ تھا جو وہ چھوٹے بھائی اور ماموں سے فون پر بات کرتے گزار رہا تھا۔ اور مہمانوں کو

اس کے انے تک روکنے کی تاکید کر رہا تھا۔ مہمان جانے کے لیے آہستہ آہستہ پر تول رہے تھے کہ ماموں نے کہا کہ ابھی آپ لوگ تشریف رکھیں ابھی آپ کو کچھ اور کھلانا ہے کرن کے والد نے کہا کہ پہلے ہی اور لوڈ ہو چکے ہیں وہ بولا اگر پسند نہ آئے تو مت کھاہیے گا اور جانے سے بھی نہیں روکوں گا بس زرا انتظار کرنا پڑے گا۔ کرن بولی پاپا ماموں اتنے خلوص سے کہہ رہے ہیں اور ویسے بھی اتنا اچھا لگ رہا ہے جانے کا دل نہیں کر رہا۔

امام دین نے پوچھا ارے ایسا کیا ہے جو ان کو مجبور کر رہے ہو وہ بولا لالا جی بس کچھ سرپرائیز ہے آپ بھی خوش ہو جائیں گے۔ کرن کے پاپا نے کہا کہ اب تو سرپرائیز ہے ویسے بھی لالا جی کی کمپنی سے اٹھنے کا دل نہیں کرتا۔ لالا جی مسکراتے ہوئے بولے جی بہت شکریہ۔

صبا نے کرن کو اس کی ماں کو علی کی منگیتر کی تصویریں دیکھاہیں تو کرن کی امی کچھ نہ بولی بس دیکھ کر خاموشی سے واپس کر دیں۔ کرن کی آنکھوں میں

ہلکی سی نمی آگئی جس کو اس کی ماں، صبا اور سامنے کھڑی اس کی بہن نے بھی محسوس کیا جبکہ کرن نے جی کھول کر تعریفیں کی اور دعائیں دی۔ اور تھوڑی دیر محویت سے دیکھتی رہی۔ اور ہلکی سی سرد آہ بھر کر موبائل واپس کر دیا۔

اتنے میں باہر شور مچا کہ علی آگیا کرن زور سے بولی کیا۔ صبا اور کرن کی ماں نے یک دم کرن کو دیکھا۔ کرن کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور نارمل ہونے کی کوشش کرنے لگی۔ علی سب سے ملا کرن کی ماں نے بہت پیار کیا اور کرن کے باپ نے گرمجوشی سے گلے لگایا۔ کرن کے بھائی نے بھی قدرے گرمجوشی دکھائی۔ کرن کو دیکھا سلام کیا احوال پوچھا۔ وہ اپنی مسکراہٹ کو خوشی سے دباتے ہوئے بس جواب میں سر ہلاتی رہی۔ کچھ دیر بیٹھنے کے بعد کرن کے پاپا نے کہا کہ اب ہمیں چلنا چاہیے علی تھکا ہوا آیا ہے مگر علی نے گرمجوشی سے کہا ابھی بیٹھیں انکل۔ مگر انہوں نے مزید رکنا مناسب نہ جانا۔ اور ازراہ مزاق مسکرا کر کرن کے پاپا نے علی کے ماموں سے کہا ویسے

سرپرائیز بہت اچھا تھا مگر ہم اسے کھانا پسند نہیں کریں گے وہ شرما کر مسکراتے ہوئے علی کو دیکھنے لگا۔ علی کی ماں خوشی میں بار بار علی کی بلائیں لے رہی تھی۔ امام دین نے کہا کہ دکھیں۔ آپ برا مت مانیے گا شادی گڈے گڈی کا کھیل نہیں۔ دو خاندانوں کا ملاپ ہے۔ ہم لوگ کیا ہیں کیا زات ہے۔ جدی پشتی کیا پیشہ ہے۔ سب آپ کے سامنے ہے۔ ہمارا رہن سہن آپ کے سامنے ہے۔ آپ بھی جا کر اچھی طرح غور کر لیں۔ جزباتی ہو کر نہ سوچیں اگے کی سوچیں۔ دنیاداری بھی نبھانی ہے۔ ہمیں بھی کچھ وقت سوچنے کا دیں۔ آپ کا آنا سر آنکھوں پر۔ آپ نے ہمیں عزت دی۔ کرن کے پاپا نے کہا کہ لالا جی شکریہ آپ کا کہ آپ نے ہمیں اتنا اچھا وقت دیا بہت مزہ آیا آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ سوچ کر جواب دینا آپ کا حق ہے۔ ہم میں اب مزید سوچنے کی گنجائش نہیں ہے۔ ہم نے جہاں ڈن کرنا ہوتا ہے ہم وہیں قدم رکھتے ہیں۔ اپ لوگوں سے مل کر (ہنستے ہوئے)

اب تم مزید سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ختم ہو گئی ہے۔باقی قسمت کی بات ہے اگر آپ کی طرف سے ہاں ہو گی تو ہم اسے اپنی خوش قسمتی سمجھیں گے اور اگر خدانخواستہ انکار ہوا تو بد قسمتی۔ مگر آپ سے نہ ناراض ہوں گے نہ تعلق توڑیں گے۔ اچھالالا جی۔ ہفتے بعد آپ فون کر دیجیئے گا ہم انتظار کریں گے۔

اور امام دین سوچتارہ گیا کہ اتنے امیر لوگ اس گھر میں آہیں گے اور اتنا وقت گھل مل کر گزاریں گے اور اتنی عزت دیں گے وہ اس عزت افزائی پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے لگا۔

امام دین نے بیوی اور صبا کے والدین کو بلا کر رائے پوچھی اور کہا کہ صبا کے رشتہ دینے کا حق اس کے والدین کو ہے۔میں صرف ساتھ دوں گا۔ علی جھٹ غصے سے بولا جب اچھا بھلا کنوارا ڈاکٹر کا رشتہ مل رہا ہے اور ہم مروت میں آکر اس بے وقوف طلاق یافتہ کو کیوں دیں۔ مانا انکل آنٹی بہت اچھے ہیں۔ کرن شادی ہو چلی جاے گی۔ اور صبا کا گزارہ تو اس بے وقوف انسان

سے ہے جو یا تو بیوی کی محبت میں والدین، بہن کو بھول جاتا ہے یا ان کی محبت میں بیوی کو۔ پائیداری نہیں ہے۔ سب رشتوں کو ایک ساتھ نہیں نبھا سکتا۔ میں ہرگز صبا کی زندگی اس کے ساتھ برباد نہیں ہونے دوں گا۔

امام دین نے کہا کہ دیکھو صبا کے لیے تم اچھا سوچتے ہو اس کی فکر کرتے ہو مگر اس کے والدین کو حق ہے اس بات کا فیصلہ کرنے کا۔ ماموں اور مامی بولے لالا جی آپ ہمارے بڑے ہیں آپ کے ہوتے ہوئے ہم کون ہوتے ہیں فیصلہ کرنے والے۔ آہندہ اگر آپ نے ایسی کچھ بات کی تو ہم ناراض ہو کر ادھر سے چلے جاہیں گے۔ آپ ہمیں پرایا نہ کریں وہ ناراض ہونے لگا آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ علی اٹھ کر پاس گیا اور کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگا آپ زرا ادھر سے جا کر دیکھاہیں۔ میں بھی ساتھ چل پڑوں گا۔

امام دین نے کہا کہ یار کیوں میرے بیٹے کو مجھ سے دور کرنا چاہتا ہے۔ سوری یار۔ اچھا اس معاملے میں نہ تیری نہ میری مرضی۔ اس کا فیصلہ صبا پر

چھوڑتے ہیں جو اس کی مرضی۔ علی پھر بولا مگر میں اس کو غلط فیصلہ نہیں کرنے دوں گا۔

امام دین نے کہا کہ چھوڑو یار وقت آے گا تو دیکھا جائے گا۔پہلے ہی کیوں لڑ رہے ہو۔ مجھے لگتا ہے تم اچانک اسی کام کے لیے اے ہو۔ وہ چپ رہا۔

کرن کی ساس کو پتا چلا کہ وہ طیب کا رشتہ امام دین میراثی کے گھر لینے گئے تھے تو آکر اس نے کافی واویلا مچایا۔ ادھر نہ کرنے کا حکم دے دیا۔ پھر اس نے بتایا کہ میرے بیٹے مدثر کو ایک لڑکی پسند تھی وہ ہم سے حیثیت میں تھوڑی سی کم تھی۔ بیٹے نے ترلے کیے مگر میں نہ مانی۔ اخر اس لڑکی کی شادی ہوگئی۔ آپ لوگوں سے بھی اس لیے رشتہ جوڑا تھا کہ ہمارے ہم پلہ تھے۔

کرن کے والدین نے اس کو کوئی جواب نہ دیا تو اس نے دھمکی دی کہ اگر آپ لوگوں نے بات نہ مانی تو دوبارہ اس کا رشتہ ٹوٹ گیا تو دنیا کو کیا جواب دیں گے کہ ہر بار رشتہ ٹوٹنے کی کیا وجہ ہے۔ اپنی بیٹی کے مستقبل کا سوچ

لینا۔توبہ ہے آپ لوگ ان میراثیوں کو رشتہ دار بنانے کا سوچ بھی کیسے سکتے ہیں۔امیر اچھی لڑکیاں مر گئی ہیں کیا۔صبا شادی میں جب آتی تھی تو میں تو اس سے فالتو بات بھی نہ کرتی تھی۔۔

کرن کے گھر والوں کو طیب کی ماں سوچوں کے سمندر میں چھوڑ کر چل پڑی۔

کرن کی ماں رونے لگی کہ میرے دونوں بچوں کی تقدیر ہی خراب ہے۔کرن کے پاپا جو خود بھی اندر سے پریشان تھے بیوی کو تسلی دینے لگے کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو دیکھنا اس مسئلے کی کوئی نہ کوئی سبیل نکل ہی آئے گی۔

صبا علی کو منگنی کے حوالے سے چھیڑ رہی تھی۔اور وہ بس ہلکی سی سماعل دے کر ٹاپک چینج کر رہا تھا۔صبا بولی جب ہم چھوٹے تھے تو ہماری ماہیں

ہمیں کہتیں جاو بیٹا بھائی کے ساتھ کھیلو جاو بیٹا بہن کے ساتھ کھیلو۔ اس وقت سے اب تک میں تمہیں اپنا بھائی سمجھتی ہوں۔ کیونکہ ہمارا کوئی بھائی نہیں تھا۔ ابو بھی تمھیں کہتے یہ میرا بیٹا ہے۔ امی کہتی علی کے ہوتے ہوئے مجھے کبھی بیٹے کی کمی محسوس نہیں ہوئی۔ اور تم نے یہاں رہ کر بھی جس طرح ہمارا خیال رکھتے تھے۔ مجھے ڈاکٹر بنانے میں تمھارا بڑا تعاون رہا۔ جب تم بیلوں کے پیسے بچا کر مجھے فیس کے لیے دیتے تھے۔ اور فارم لانا بینک کے کام سب تم کرتے تھے۔ اور کئی بار فیس کے پیسے کم ہونے پر تم ابو کے ساتھ بازار میں ناچنے چلے گئے اور تم اور ابو کیسے ناچ گانا کر کے لوگوں سے کس مشکل سے پیسے کماتے تھے لوگ ہوٹنگ کرتے تنگ کرتے۔ اس نے آنسو صاف کیے اور بولی کاش ملک میں اچھی تعلیم سستی ہو جائے۔ سرکاری اسکول میں تو ٹیچر ٹاہم پاس کرنے اور بچے وقت برباد کرنے جاتے ہیں۔ کاش ان اسکولوں میں تعلیم کا معیار اتنا بلند ہو جائے جیسے پرائیویٹ اسکولوں میں بھاری فیس دے

کر ہوتا ہے۔ ہم جیسے غریب تعلیم کا شوق رکھتے ہوئے بھی تعلیم حاصل نہیں کر سکتے۔ بس بڑے بڑے سکولوں کو حسرت سے دیکھ سکتے ہیں۔ علی نے کہا شاباش تم باتوں میں لگی رہو میں سارے پکوڑے ختم کر لوں گا۔ اتنے میں اس کی بڑی بہن اور پکوڑے لے آئی۔ صبا بولی میری چائے ٹھنڈی ہو گئی میں گرم کر لاؤں۔ اس کی بڑی بہن بولی تم علی سے باتیں کرو میں چائے بنانے لگی ہوں تم تازی پی لینا۔

علی نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا کہ کیوں پچھلی باتیں یاد کر کے دکھی ہوتی رہتی ہو۔ اب اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہمارا اچھا وقت آچکا ہے تیری ڈاکٹر سے شادی ہو گی۔ تم دونوں مل کر کلینک چلاؤ گے۔ اچھا ہے ایک ڈاکٹر کی ڈاکٹر کے ساتھ ہی ہونی چاہیے۔

اتنے میں بہن نے علی کے چھوٹے بھائی کے ہاتھ اس کے لیے چائے پکوڑے بھجوائے۔ وہ اپنی اور صبا کی چائے اور پکوڑے لے کر آگیا۔ علی بولا لگتا ہے

آپا اسی سے پیٹ بھروا ہیں گی رات کا کھانا نہیں دیں گی۔ علی کا چھوٹا بھائی ھادی بولا۔ ارے وہ تو رات کو بریانی پکائیں گی۔ علی بولا تو اتنے پکوڑے کیوں کھلا دیے ھادی بولا وہ کہتی ہیں کہ جوان پارٹی آجکل دیر تک جاگتی ہے تو رات تک کھاتے رہیں گے۔ علی پیار سے بولا اللہ ایسی بھابی کسی کو نہ دے وہ جو سامنے سے گزر رہی تھی ساتھ ان کی باتوں سے خوش ہو کر مسکرا رہی تھی تو اس نے مصنوعی غصے سے اسے گھورا تو علی بولا ارے آپ چاہتی ہیں اس کو ایک ماہ میں اتنا کھلا کھلا کر موٹا کر دوں کہ لڑکی شادی سے انکار کر دے۔ صبا جھٹ بولی اللہ نہ کرے۔ اتنے میں ھادی نے کہا کہ تم لوگ بس اپنی شادی کی فکر کرنا میرا کچھ نہ سوچنا۔ میں جو جوان جہان آپ لوگوں کو نظر نہیں آتا۔ تعلیم مکمّل۔ بزنس بھائی کے ساتھ سیٹ ہے اور کیا ہوتا ہے میں کماتا ہوں آپ مجھے میری محنت کے حساب سے کمیشن دیتے ہیں تو ٹھیک کرتے ہیں نا۔ جتنی محنت اتنی اجرت۔ اس طرح تمہیں محنت کرنے اور

حلال کمانے اور کھانے کی عادت تو رہے گی نا۔ علی نے پیار سے کہا دیکھو بچے اس طرح تم زہنی طور پر مطمئین تو رہو گے کہ میں بھائی کی نہیں اپنی محنت کی کمائی کھا رہا ہوں۔ تم جب سب بزنس کے اصول سیکھ جاو گے تو میں تمھارے ساتھ پارٹنر شپ کرلوں گا وہ بولا اچھا اب آپ دونوں بات کو گھماہیں نہ اور میرے لیے بھی کوئی حور پری ڈھونڈیں۔ صبا بولی ارے ہاں یہ بھی جوان ہو گیا ہے واقعی دونوں بھائیوں کی اکھٹی کر دیتے ہیں اب میں اس کے لیے کوئی ڈھونڈتی ہوں اور لالا جی سے بات کرتی ہوں۔ وہ خوش ہوتے ہوئے آدابِ آداب کرنے لگا۔ علی نے پوچھا اچھا کیا پھر وہی گھر ڈن ہے جو آج پسند کیا ہے۔ ھادی بولا لالا جی دیکھ کر ہاں بولیں گے تو تب ناں۔ علی نے ہوں کہا۔

امام دین کو سب سے بڑا ہونے کے سبب لالا جی بلاتے تھے۔ چھوٹے بچے سن سن کر لالا جی پکارنے لگے۔ تب سے ہر کوئی لالا جی ہی پکارتا۔ حتکہ اپنے بچے بھی لالا جی کہنے لگے حتکہ بیوی بھی تمھارے لالا جی کہتی۔

صبا نے ھادی کے رشتے کی بات گھر میں کی تو سب کو یہ آہیڈیا پسند آیا کہ علی کی شادی کے ساتھ اس کی شادی بھی کر دی جائے۔

علی کا باس اب پاکستان آنے کے لیے بے چین ہو گیا بولا ماشاءاللہ اتنا بزنس سیٹ ہو گیا ہے کہ اس کو پاکستان میں رہ کر بھی ہینڈل کیا جاسکتا ہے۔ مہینے میں ایک دو چکر پاکستان سے لگا کر بھی کر سکتے ہیں تو پھر پردیس کی خواری کیوں برداشت کریں۔ اپنا ملک اپنا ہی ہوتا ہے۔ میں اپنی مٹی میں دفن ہونا چاہتا ہوں۔ اس لیے ہمارے لیے بھی اپنے قریب اچھا سا گھر تلاش کرو۔

علی کو ایک خوبصورت اور بڑا گھر پسند آیا۔ وہ بڑا اس لیے لینا چاہتا تھا کہ سب مل جل کر رہیں۔ اور اب وہ صبا کی مدد سے گھر کو ڈیکوریٹ کر رہا تھا۔

صبا کلیک گئی تو ڈاکٹر کی بڑی بہن اس کے پاس بیٹھی تھی ڈاکٹر نے صبا کے آتے ہی گرم جوشی سے تعارف کروایا وہ بہت تپاک سے ملی ملتے ہج صبا کی تعریف کی۔ آور بولی جتنی تعریف سنی تھی اس سے کئی گناہ زیادہ اچھی ہے۔ واہ 100 پرسنٹ چوائس ہے۔ وہ صبا سے بولی ہم پرسوں تمھارے گھر َآہیں گے۔ پھر وہ اسے گلے لگا کر پیار کر کے ملی۔ اور بھائی سے بولی اس موقع پر تو منہ میٹھا کرنا چاہیے۔ اس نے پرس سے چاکلیٹ نکال کر ان دونوں کا منہ میٹھا کرایا اور بھائی سے بولی تم تو چھپے رستم نکلے۔ تمھارے لیے بہت لڑکیاں دیکھی۔ مگر جو پہلی نظر میں پسند آئی وہ یہ ہے۔ واہ گڈ ورک۔ اس نے اس کی فوٹو لینی چاہی تو صبا نے ارام سے کہا سرپرا ہیز رہنے دیں نا۔ پرسوں دیکھ لیجیے گا۔ پرسوں کس وقت آنا ہے۔ ڈنر تیار کریں یا لنچ۔ وہ بولی نو نو ہم شام کو آہیں گے اور چاے پیں گے۔ وہ بھائی سے بولی تم سے تو میں بہت بڑی ٹریٹ لوں گی اتنی اچھی لڑکی ڈھونڈنے پر۔ تم نے لڑکیاں ڈھونڈنے سے جان

چھڑوادی تھینکس۔ اور ہاتھ ہلاتی بائے بائے کرتی چل دی۔ صبا سے بھی

ڈاکٹر کے سامنے رکا نہیں جا رہا تھا۔ اس نے دو دن کی چھٹی مانگی کہ بھائی دوبئ

سے آیا ہے وہ بولا ٹھیک ہے مگر تھوڑی دیر تور کو مگر وہ معزرت کرتی چلی

گئی۔

علی کو جب پتا چلا بہت خوش ہوا۔ اس نے کہا کہ نیے گھر میں انوا ہیٹ کرتے

ہیں۔ مگر لالا جی نہ مانے۔ وہ بولے جو ہمیں اس سچائی کے ساتھ قبول کرے

گا وہ ہی قبول ہے۔ ورنہ بعد میں پتا لگنے پر اس کو طعنے دے دے کر اس کی

زندگی اجیرن بنا دیں گے۔ لالا جی نے پوچھا تم نے سچائی بتائی تھی نا۔ صبا

آہستہ سے بولی جی بتایا تھا کہ ہم poor ہیں تو وہ بولے تھے کوئی بات نہیں۔

لالا جی مطمئن ہو گے اور بولے دنیا میں ابھی بھی اچھے لوگ موجود ہیں۔ لالا

جی کے حکم پر شاندار استقبال کی تیاریاں ہونے لگیں۔ علی خوشی سے

انتظامات میں لگا ہوا تھا۔ اور صبا کو بار بار کرن اور اس کے گھر والوں کا خیال آ

رہا تھا آنٹی، انکل کتنے اچھے تھے۔ کرن اسے کتنی پسند تھی اور کرن کا بھائی معصوم تھا جو دنیا کی چالاکیاں نہیں جانتا تھا۔ پھر اس نے سب کے حق میں بہتری کی دعا کرتے معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا۔ کرن سے بھی وہ رابطے میں تھی۔ ان لوگوں کو ایک ہفتے کے بعد جواب دینے کا بولا تھا اور ایک ہفتے سے اوپر ٹائم ہو گیا تھا اور اس نے کرن کو اس بات کو کور کرنے کے لیے بہت مصروفیت کا بہانہ بنایا تھا کہ آجکل گھر لینے کے چکر میں ان کو کسی بات کا ہوش نہیں ہے اور لالا جی آپ سب کی بہت تعریف کر رہے تھے۔ تاکہ کرن کو لگے کہ گھر کے بعد ہی مطمئن ہو کر فون کریں گے۔ کرن کے گھر والے مطمئن ہو گئے کیونکہ کرن سب اپڈیٹ دیتی رہتی تھی۔ مگر پھر بھی وہ انتظار میں تھے۔ خود سے فون کر کے پوچھنے سے کرن کے پاپا نے منع کیا تھا۔

ڈاکٹر کی فیملی نے آج انا تھا اور تیاریاں اور اور جوش عروج پر تھا۔ ان لوگوں نے ایڈرس مانگا تھا اور صبا نے دے دیا تھا اور وہ لوگ گھر سے نکل چکے تھے۔

صبا کو ڈاکٹر کا فون آیا کہ وہ لوگ نکل رہے ہیں۔ صبا نے سب کو بتایا اور گھر میں ان کی آمد کی افرا تفری مچ گئی۔ ھادی کو باہک پر گلی کے نکڑ پر بھیج دیا گیا تاکہ ان کو گھر ڈھونڈنے میں آسانی میسر آجاے۔ گھر میں ان کی آمد کا بے چینی سے انتظار کرنے لگے۔ گلی کے نکڑ پر پہنچ کر ھادی کو ان کی گاڑی نظر آگئی۔ ھادی نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں روکا۔

گاڑی رک گئی ھادی نے اتر کر ادب سے سلام کیا اور ڈاکٹر بھی اترا ھادی نے آگے بڑھ کر ہاتھ آگے بڑھایا مگر ڈاکٹر نے اگنور کر دیا۔ ھادی شرمندہ سا ہو گیا۔ ڈاکٹر نے کہا کہ گھر کدھر ہے۔ بس تھوڑا ہی آگے ہے تین چار گلیاں

آ گے۔ ھادی نے جواب دیا۔ اتنی تنگ گلیوں میں گاڑی کیسے جاے گی۔

ھادی نے کہا کہ جی گاڑی کے ساتھ باہک بھی گزر جاتا ہے۔ وہ پریشان کھڑا تھا کہ اب کیا کرے۔

گاڑی میں سے بہن نے پکارا اور بولی موم کچھ کہہ رہی ہیں۔ وہ قریب جا کر دروازے کے شیشے میں بات کرنے لگا۔ کچھ بات چیت کے بعد وہ اچھا کہہ کر ھادی سے مخاطب ہوا اور کہا کہ صبا کو بلا کر لاو۔ ھادی حیران ہوا۔ زور دیکر پوچھا جی صبا کو۔ وہ وثوق سے بولا جی ہاں صبا کو۔ ھادی نے اچھا کہا اور گھر آ کر بتایا کہ ڈاکٹر صاحب صبا کو بلا رہے ہیں۔ گھر والے حیران ہوے اور علی نے ھادی سے باہک لیا اور صبا کو بٹھا کر چل پڑا۔ گلی کے نکڑ پر پہنچے تو ڈاکٹر صاحب اپنی ماں، بہن اور دو بچوں کے ساتھ آے تھے۔ صبا نے باہک سے اتر کر سلام کیا۔ علی نے ہلکہ سا سلام کیا۔ تو ان لوگوں نے علی اور صبا کے سلام کا جواب نہ دیا۔ ڈاکٹر کی بہن جو فل فیشن ایبل لباس میں ملبوس تھی۔ سلیو لیس

بازو ڈیپ گلا کے باعث علی کی نظریں جھک گئیں۔ باہر آکر صبا پر برس پڑی کہ تم نے بتایا کیوں نہیں کہ تم اس گندگی بھرے علاقے میں رہتی ہو۔ سامنے پلاٹ میں گندگی سے میرے بچے بیمار ہو سکتے ہیں۔ صبا نے افسردگی سے بولا کہ میں نے بتایا تھا کہ میں poor ہوں۔ بہن نے کہا کہ اگر تم poor تھی تو ڈاکٹر کیسے بن گئی۔ تم نے اس کی ڈگری چیک کی تھی اس نے بھائی سے پوچھا۔ وہ بولا جی وہ تو اصلی تھی۔ میں نے سوچا کہ تم تھوڑی بہت غریب ہو گی۔ کم از کم ہمارے ہم پلہ نہ ہو گی۔ تمھارے گھر کے آگے گاڑی بھی نہیں جا سکتی۔ اور ہم ادھر رشتہ مانگنے جا ہیں۔ ہم تو سوال نہیں پیدا ہوتا ہے کہ اس اف اس غلیظ گھر سے رشتہ کریں۔ ہم تو خواب میں بھی نہیں سوچ سکتے تھے کہ اس علاقے میں اکر بے عزت ہونا پڑے گا شکر ہے میں اپنے شوہر کو نہیں لائی۔ ورنہ ان کے سامنے کتنی سبکی ہوتی۔ اور وہ کتنا مزاق بناتے کہ تم کتنے کم عقل اور بے وقوف ہو جو بغیر سوچے سمجھے منہ اٹھا کر آ

گے۔ بہن نے پھر بھائی کو ڈانٹا کہ تم نے ہمارا وقت برباد کیا چھان بین نہیں کی۔ ڈاکٹر نے صبا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اس نے بھی ظاہر نہیں ہونے دیا نا۔ ورنہ میں تم لوگوں کو لانے کی غلطی کرتا۔

علی نے ھادی کو دوسرے بائیک پر آتے دیکھا اور جلدی سے بولا صبا کو گھر چھوڑ آو۔ صبا سمجھ گئی کہ علی غصے میں ہے وہ بولی چلو علی تم بھی چلو۔ وہ بولا ہاں لے جاو

بہن کو اور اپنی ہی اس محلے کی کلاس میں سے اس کا رشتہ کرانا۔ کوٹھیوں کے خواب چھوڑ دو۔ اتنے میں کچھ محلے دار جو گزر رہے تھے وہ بولے علی بیٹا کیا بات ہے۔ علی نے غصے سے کہا ان لوگوں کو ان کی اوقات یاد دلانی ہے۔

اس نے ڈاکٹر کا گریبان پکڑ کر کہا تمھاری جرآت کیسے ہوئی میری بہن کو زلیل کرنے کی۔ اور اس پر پل پڑا۔ ھادی نے پھرتی سے جا کر اس کی بہن اور ماں کا موبائل چھین کر جیب میں ڈال لیا۔ وہ صبا پر چلانے لگی اور پولیس

کی دھمکی دینے لگی۔ محلے والوں نے بھی ڈاکٹر کو مارنا شروع کر دیا۔ علی نے کہا کہ بچا کر مارو کہ مرے نہ۔ گھر جا سکے۔ صبا نے دیکھا وہ چیخ کر اب منتوں پر آ گی ہے۔ ماں بھی معافیاں مانگنے لگی اور بہن بھی صبا نے کہا بس کر دو علی پلیز۔ ڈاکٹر کی ماں بہن ڈاکٹر کی منتیں کرنے لگیں۔ تب علی مسکرا کر بولا اب عقل اگی نا۔ اگر گھر جا کر پولیس کو بیچ میں لائے تو اس گھر میں گھس کر تمھاری ماں بہنوں کے ساتھ برا سلوک کروں گا جس طرح سڑک پر میری بہن کو زلیل کیا۔ وہ وعدہ کرنے لگیں کہ پلیز ہمیں جانے دو ایسا کچھ نہیں کریں گے دیکھو بچے بھی بری طرح ڈر گئے ہیں اور رو رہے ہیں۔ علی نے کہا کہ پہلے میری بہن سے سب معافی مانگو تو سب نے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگی تب ھادی نے ان کے فون واپس کر دیے۔ اور وہ لڑکھڑاتے ہوئے گاڑی میں بھٹا تو علی نے کہا کہ تم سب سن لو آہندہ کسی غریب کو بے عزت کرنے کی کوشش کی تو ہمارے جیسے لوگ مل گے تو جان سے مارنے سے بھی دریغ

نہیں کریں گے۔ یہ ہمارا محلہ ہے جہاں سب ایک فیملی کی طرح رہتے ہیں۔ اور سب ساتھ دیتے ہیں۔ جاو اب دفع ہو جاو۔ میری بہن تمھاری نوکری پر تھوکتی ہے۔ وہ جلدی سے دروازے لاک کر کے چلا گیا رش پڑ چکا تھا۔ امام دین دور کھڑا خوش ہو رہا تھا کہ اگر ہر غریب اسی طرح امیروں سے نہ ڈرے تو یہ امیر کسی غریب کو زلیل کرنے کی جرات نہ کریں۔ میں نے بھی ان امیروں سے ڈر ڈر کر ساری زندگی ان لوگوں کے ہاتھوں زلیل ہوتے گزاری۔ جان سے نہ مارو مگر اتنا مارو کہ ان کو دوبارہ کسی کو زلیل کرنے کا حوصلہ نہ ہو۔

امام دین نے علی سے کہا کہ میں ویسے تو کبھی تمھیں لڑائی جھگڑے کی اجازت نہ دوں نہ ہی اس چیز کو پسند کرتا ہوں۔ علی جھٹ غصے سے بولا معاف کرنا لالاجی میں خود لڑائی جھگڑے کو پسند نہیں کرتا مگر جب اس نے گھر سے بلایا تاکہ اسے روڈ پر زلیل کر سکے اور اس بات کی اسے سزا دے کہ وہ غریب

ہے۔ علی نے کہا کہ میں نے اسے جان سے نہیں مارنا تھا اور اگر صبا نہ ہوتی تو اس کی بکواس میں برداشت کر کے گھر اجاتا۔ مگر ہمارے گھر کی عورتوں کو کوئی زلیل کرنے کی جرات کیوں کرے۔ صبا کی بڑی بہن بولی اچھا دفع کرو۔ چلو موڈ سیٹ کرو۔ جو کچھ ان کمبختوں کے لیے تیار کیا تھا اسے خود کھا کر مزے کرتے ہیں۔ اچھا ہے ایسے برے لوگوں کا پہلے ہی پتا چل گیا۔ اگر نیے گھر میں یہ لوگ آتے اور رشتہ ہو جاتا پھر ان کی اصلیت کھلتی تو پھر پھنس جاتے اور صبا کی زندگی برباد ہو جاتی۔ چلو جو ہوا اچھا ہوا۔ بڑی مشکل سے سب نارمل ہوئے۔ علی نہا کر آیا اور کھانا مانگا۔ سب کھانے لگے موڈ بہتر ہو گیا۔ علی کی بھابی نے ھادی کو چھیڑا کہ تم نے موقع پر عقل سے کام لیا اور موبائل لے لیے۔ ورنہ وہ پولیس کو کال کر سکتیں تھی۔

علی کے ماموں نے سمجھایا کہ بیٹا ان لوگوں کے منہ نہیں لگنا چاہیے۔ لڑائی نہیں کرنی چاہیئے۔ وہ بولا اگر صبا بیچ میں نہ ہوتی تو میں کبھی نہ لڑتا۔ مجھے خود لڑائی جھگڑا پسند نہیں ہے مگر مجھ سے بہن کی بے عزتی برداشت نہ ہوئی۔

امام دین نے اگلے دن سب کے صلاح و مشورے سے کرن کے گھر yes کا فون کیا تو وہ لوگ بہت خوش ہوئے اور آنا چاہتے تھے رسم منگنی کے لیے۔

اور ساتھ اس رشتے کو کرن کی شادی تک خفیہ رکھنا چاہتے تھے کرن پہلے ہی صبا کو ساس کی تفصیل بتا چکی تھی اور شرمندگی سے معزرت کر رہی تھی۔

کرن کے باپ نے بھی بہت معذرت کے ساتھ درخواست کرتے ہوئے کہا کہ امید ہے کہ آپ ماھنڈ نہیں کریں گے اور ایک مجبور بیٹی کے باپ کی مجبوری کو سمجھیں گے اور اس معاملے میں تعاون بھی کریں گے۔ بس ایک بار بیٹی کی ڈولی اٹھ جائے۔ شادی کے بعد اس کی ساس کچھ نہیں کر سکے گی۔

امام دین نے کہا کہ بس بات ہو گئی۔ اب ہم بھی گھر کی شفٹنگ میں مصروف

ہیں اپ بیٹی کی شادی کر لیں۔ نیے گھر میں آکر ایک بار رسم کر جانا۔ اس نے بہت شکریہ ادا کیا۔

گھر جو علی کو پسند آیا وہ جدید طرز پر بنا اعلیٰ سوسائٹی میں بنا تھا علی نے ساری جمع پونجی اس گھر پر لگا دی۔ اس کو درمیانے درجے کے فرنیچر سے آراستہ کیا۔ کیونکہ بجٹ کم ہو گیا تھا۔ اس نے کہا کہ ایک بار گھر بن جائے تو روکھی سوکھی کھالیں گے۔

علی نے باس کو فون کر کے بتایا کہ اس کے گھر کے قریب تو گھر نہیں مل سکا۔ میرے گھر کے اوپر والا پورشن خالی ہے آپ ادھر رہ لیں۔ بعد میں پسند کر کے لے لینا۔ اس نے اس تجویز کو پسند کیا اور اس کے پاس اکر رہنے پر رضامند ہو گیا۔

نیے گھر میں آکر سب بہت خوش تھے۔ تھوڑی بہت آیات وغیرہ پڑھ کر گھر میں ختم دلا دیا۔ اور فیصلہ کیا کہ بڑا ختم زرا ٹھر کر کروا دیں گے۔

صبا کی رسم منگنی سادگی سے ادا کرنے کا ارادہ تھا کہ باس نے کہا کہ وہ لوگ بھی اس میں شامل ہونے کے لیے بے چین ہیں۔

امام دین کے نام سے گھر کے باہر لالا جی اس کے نیچے امام دین آشیانہ تحریر تھا۔ امام دین نے جلد ہی سوسائٹی کی مسجد میں علیک سلیک بڑھا لیا۔ وہ وہاں لالہ جی کے نام سے مشہور ہو گیا۔ بزرگ حضرات اس کی کمپنی کو پسند کرتے اور اس کے انتظار میں رہتے۔ امام دین کو علی نے گر سکھا دیے۔ سوسائٹی میں رہنے کے۔ اب تو امام دین ٹراوزر اور ٹی شرٹس بھی پہننے لگا تھا۔ پہلی بار تو بیوی بہت زور زور سے ہنسی تھی۔ سب دھیرے دھیرے مسکرا رہے تھے۔ صبا نے بہت تعریف کی تو اس کی دیکھا دیکھی سب نے کی

صب نے باپ کو بھی ایسے ڈریس پہننے کا اعتماد دلایا۔ وہ رونے لگے کہ کبھی ہم لوگ ایسے گھر اور ایسے لباس کو رشک کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ وہ لوگ سوٹ بوٹ میں بہت اچھے لگتے۔ محسوس ہی نہ ہوتا کہ وہ کسی غریب بھی رہے ہیں۔ ھادی اور علی کے کاروبار میں اللہ تعالیٰ نے بہت برکت ڈالی اور وہ جلدی جلدی ترقی کے منازل طے کرنے لگے۔

علی بے ایک بڑا کمرہ قالین بچھا کر اور گاوتکیے لگا کر سب فیملی کے اکٹھے بیٹھنے کے لئے ایک بڑی ایل سی ڈی لگا کر سیٹ کر دیا۔ سب وہاں مل کر بیٹھتے۔ گپ شپ لگاتے۔ کھاتے پیتے۔

کرن کو بہت تجسس ہو رہا تھا ان کا نیا گھر دیکھنے کا۔ مگر اس کے پاپا کہتے جب تک وہ خود نہ بلائیں نہیں جانا۔ صبا اس سے رابطے میں تھی اس کو لاہیو وڈیو دیکھاتی رہتی۔

اس کی ساس اب کم آنے لگی تھی۔ کرن کی ماں اکثر بیٹی کی قسمت پر رو پڑتی۔ شوہر تسلی دیتا کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو۔ سب اچھا ہو گا۔ کرن کی ساس کی نیچر کھل کر سامنے آچکی تھی اس کی طرف سے سب پریشان تھے۔ کرن کی ماں کہتی۔ اگر بیٹی کا نکاح نہ کیا ہوتا تو میں خود منگنی توڑ دیتی اور علی کے چھوٹے بھائی کو رشتہ دے دیتی۔ کرن جو چاہے لیکر آرہی تھی اور اکثر ماں کے ایسے کوسنے سنتی رہتی تھی۔ ہنس کر بولی ماما وہ مجھ سے چھوٹا ہے۔ ماں بولی تو کیا ہوا۔ سال دو سال ہی چھوٹا ہو گا۔ میں نے تو چار پانچ سال بڑی لڑکی اور لڑکے کو آپس میں خوش رہتے دیکھا ہے۔ ہم نے بھی بس جلدی سے نکاح کر دیا۔ منگنی کر دیتے۔ لڑکا کسی اور کے چکر میں تھا نہ جانے میری بیٹی کو وہ پیار و توجہ دے گا بھی کہ نہیں۔ شوہر نے کہا ارے اس لڑکی کی شادی ہو چکی ہے۔ نی ملے تو پرانی کو کون یاد رکھتا ہے۔ اب اپنے بیٹے کو ہی دیکھ لو۔ صبا سے رشتے پر کتنا خوش ہے۔ کرن چھیڑتی ہے تو کیسے خوش ہو جاتا ہے ان کے

بارے میں اب اکثر پوچھتا رہتا ہے۔ باپ بولا شکر ہے خدا کا۔ کرن کی ماں کوستے ہوئے بولی۔ ملی تھی ناں بازار میں۔ جو کسی کے ساتھ برا کرتا ہے اس کو بھی ویسا ہی صلہ ملتا ہے۔ جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ جس کے ساتھ گی تھی اس ساجد نے اس سے سارا پیسہ لوٹ کر نشے میں اڑا دیا۔ اب وہ برے حالات میں ہے اسے مارتا پیٹتا ہے طعنے دیتا ہے کہ تو آوارہ اور بد چلن ہے۔ شوہر کے ہوتے ہوئے میرے ساتھ تعلق رکھتی تھی نہ جانے اب اور کتنوں سے تعلق رکھا ہو گا۔ ہر وقت اس پر شک کرتا ہے۔ بیٹا بھی کھسرا پیدا ہوا توبہ استغفار علی کا مزاق اڑاتی تھی۔ اس بچے کے بعد اب اس میں اور بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں رہی۔ اب وہ کہتی ہے وہ بچہ ہی اس کا سہارا ہے۔ وہ کھسرا ہونے کے سبب اس کو نہیں پوچھتا کہتا ہے اسے کسی مزار پر چھوڑ او۔ مجھے تم پر بھروسہ نہیں نہ جانے کس کا ہے۔ ویسے بھی میں اس کو کیا کروں۔ یہ تو کھسرا ہے۔ چندہ کہتی۔ کھسرا لفظ سن کر میرا دل کٹتا ہے۔ کہ

ہم معاشرے کے ٹھیکیداران مظلوموں پر کتنے ستم ڈھاتے ہیں۔ جس میں ان کا کوئی قصور نہیں ہوتا۔ وہ اب اس کو چھوڑ بھی نہیں سکتی وہ ماں ہے اور وہ واحد اس کا سہارا ہے۔ خود محنت مزدوری کرتی ہے۔ گھروں میں کام کرتی ہے۔ ایک گھر میں کھانا بناتی ہے چونکہ کھانا اچھا بنالیتی ہے اس لیے انہوں نے سرونٹ کوارٹر دیا ہے۔ شوہر نکما ہے کچھ نہیں کرتا۔ کہتا ہے تم مجھے بھی چھوڑ جاو گی۔ وہ یقین دلانے کی بہت کوشش کرتی ہے۔ اب وہ کہاں جاے۔ اب تو ایکسیڈنٹ میں اس کے شوہر کی ٹانگ بھی ٹوٹ گئ ہے۔ اب بھی وہ اس سے لڑتا ہے کہ تو مجھے چھوڑ جاے گی۔ مگر وہ اب اس کو نہیں چھوڑتی۔ کہ نام کا ہی شوہر ہو تو تب بھی بڑا سہارا ہوتا ہے۔ اکیلی عورت کو دنیا جینے نہیں دیتی۔ اس کی خوبصورتی ماند پڑ چکی تھی آنکھوں کے گرد حلقے جسم سخت محنت اور زلت سے لاغر۔ مالکن بہت سخت ہے۔ مگر کھانا دے دیتی ہے اور رہاہش دی ہے اور وہ گزارہ کر رہی ہے۔ کرن نے پرس سے

رقم دی تو لیتے ہوئے رو پڑی۔ بولی میں نے چپکے سے ابارشن کروا دیا تھا۔ آج اگر وہ گناہ نہ کرتی جاہز بچے کو نہ مارتی تو اس کے پیدا ہونے سے شاید مجھے عقل اجاتی۔ اور بچہ میرے پاوں کی زنجیر بن جاتا اور میں اپنی جنت سے نہ نکلتی۔ میں نے ناشکری کی۔ جس نعمت کی ناشکری کرو وہ نعمت چھن جاتی ہے اور جس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اس سے اور نوازتا ہے۔ اب وہ کہتی ہے بچے کو تعلیم دلاے گی۔ معاشرے میں اسے دنیا سے مقابلہ کرنے اور حوصلے سے رہنے کا سبق سکھاے گی۔ اسے ناچ گانے کی طرف نہیں لگاے گی۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ بناے گی دن رات محنت کرے گی۔ بچہ بہت معصوم اور پیارا تھا کرن نے کہا کہ وہ اس کی تعلیم میں مدد کرے گی تو رو رو کر پاوں پڑ گئی اور معافیاں مانگنے لگی کہ میں نے تمھاری قسمت خراب کر دی۔ جس گھر میں تمھار نکاح ہوا ہے وہ عورت بہت گھمنڈی اور مغرور تھی۔ چلو جو ہوا سو ہوا۔ اب میں اپنے اللہ تعالیٰ سے تمھاری اچھی قسمت کی ہر وقت دعائیں

کروں گی۔ کرن نے اسے گلے لگا کر معاف کر دیا۔ اور ہر ممکن مدد کرنے کا وعدہ کیا۔ چندہ حیرت سے بولی کیا تم نے مجھے آسانی سے معاف کر دیا۔ جبکہ میں جانتی تھی کہ علی لڑکا ہے کیونکہ ہماری ایک رشتہ دار ان کے محلے میں رہتی تھی۔ وہ اس کو اکثر پیپر دینے حلیہ چینج کر کے جاتے دیکھتی رہتی تھی۔ اس کی ماں کی دائی نے خفیہ سب کو بتایا ہوا تھا۔ سارے محلے کو پتہ تھا مگر امام دین کا اس محلے میں رعب تھا جس کی وجہ سے کوئی کچھ نہ کہتا۔ علی بھی تم سے پیار کرتا تھا وہ میری اور ساجد کی حقیقت کو بھی جان گیا تھا اور تمھارے لیے بہت پریشان رہتا تھا۔ میں ساجد کے پیار میں اندھی تھی۔ سوچتی تھی ساجد مجھے ان رسموں کے بندھن سے آزاد رکھے گا۔ ہم ہر وقت آزاد رہیں گے۔ ادھر مجھے صبح سویرے اٹھنا پڑتا ہے۔ سب کی جی حضوری کرنی پڑتی ہے۔ وہاں میں ان رسموں سے آزاد ہوں گی شوہر کو الگ خوش کرو۔ میں تو ساجد کے کہنے پر طیب سے شادی پر راضی ہوئی تھی۔ تم لوگوں کا گھر مجھے

قید خانہ لگتا۔ مگر میرے جیسی آوارہ مزاج کی عورتوں کی مثالیں بہت کم ہیں ان کا پردہ بھی جلد فاش ہو جاتا ہے۔ کچھ کچے زہن کے مرد ہم جیسی عورتوں کو دیکھ کر اپنی شریف بیوی پر شک کر کر کے خود بھی زہنی ازیت میں مبتلا رہتے ہیں اور ان کو بھی رکھتے ہیں۔ میرے گھر میں میرا بھائی مجھے دیکھ کر اپنی شریف بیوی پر شک کرتا ہے۔ وہ بولی ہم جیسی عورتیں تو عبرت کا نشان ہیں۔

امام دین خدا ترس بھی تھا محلے میں کسی کو کوئی مسئلہ درپیش ہو تو وہ اس کے پاس آتے تھے اور جہاں تک ہو سکے مدد کر دیتا تھا۔ لوگ جانتے تھے کہ وہ سب کا ہمدرد ہے۔ اکثر لوگ اپنی امانتیں بھی اس کے پاس رکھواتے تھے۔ اگر کوئی لڑائی جھگڑا ہو تو فیصلہ بھی اسی سے کرواتے تھے۔ امام دین نے ایک دن محلے والوں کو بلا کر ان کی گھر میں دعوت بھی کی اور ان کی امداد کے لئے ساتھ راشن کے پیکٹ بھی دیے۔ اہل محلہ بہت متاثر ہوئے کہ اس نے اپنے

گھر کے اندر بلا کر ان کو کھانا کھلایا اور ساتھ راشن بھی بانٹا بغیر میڈیا کے نشر کیے۔ اس بات سے اس کی سوسائٹی میں اور عزت بڑھ گئی۔

سامنے گھر میں روز کھانا بھی ریگولر بھجواتا کہ ان کی فیملی امریکہ گئی ہوئی تھی۔ اس کا نام فاروقی صاحب تھا۔ وہ تو اب گھر بھی انے لگے تھے۔ ساتھ صبح صبح امام دین اور وہ ٹریک سوٹ پہن کر واک پر بھی جاتے۔ گھر آتے تو علی کی بھابی نے ان کے لیے جوس بنایا ہوتا۔ لان میں بیٹھ کر پیتے۔ فارغ وقت میں شطرنج کھیلتے۔ امام دین کو غربت میں ہی چیس گیم پسند تھی وہ کبھی کبھار علی کے ساتھ کھیلتا تھا۔

علی نے اپنے محلے کے لوگوں کو اپنے ہاں ملازم رکھا کسی کو مالی کی نوکری دی تو کسی کو گھر کی صفائی کی۔ گھر بہت بڑا تھا اور صبا کے کہنے پر کہ ان کو بھی اب آرام ملنا چاہیے۔ اور غریبوں کو روزگار بھی ملے گا۔ ان لوگوں سے یہ لوگ اچھا برتاؤ کرتے۔ امام دین مالی کو لان میں کرسی پر بٹھا کر بات سنتا۔ فاروقی

صاحب بہت حیران ہوتے۔ ان کی فیملی تو ایسا سوچ بھی نہ سکتی تھی۔ وہ متاثر ہونے لگے۔ امام دین سمجھا تا کہ یہ بھی ہماری طرح کے انسان ہیں۔ عزت کروانا اور خوش رہنا ان کا بھی حق ہے۔ وہ دل میں مصمم ارادہ کر لیتا کہ وہ اب خود بھی ان کی عزت کرے گا اور فیملی سے بھی کروائے گا۔

امام دین سے فاروقی صاحب بہت متاثر تھے وہ اکثر ان کو نوٹ بھی کرتے رہتے۔ کہ کوئی ملازم کام میں سستی کر جائے تو ان کے گھر والے تو اس کی شامت لے آتے اس قدر زلیل کرتے جیسے وہ کوئی گھناونا گناہ کر بھٹا ہے ایک لالہ جی تھے جو لان اگر گندہ ہوتا تو ملازم کو بلاتے سامنے کرسی پر بٹھاتے اور فاروقی صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے۔ جناب اس کا نام ادب سے لیکر یہ ہمارے گھر کا فرد ہے۔ بہت اچھے کام کرتا ہے بہت دل

سے کرتا ہے میں اس کے کام سے بہت خوش ہوں ابھی دیکھنا آپ یہ لان کو ایسے چمکائے گا کہ آپ حیران رہ جائیں گے۔ جاو اور دیکھو فاروقی صاحب کے سامنے اپنی اور میری لاج رکھنا۔ وہ شرمندہ مسکراہٹ سے اٹھتا اور جوش سے چمکاتا۔ پھر لالہ جی کو بلاتا اور وہ دونوں اس کے کام کو دیکھنے جاتے۔ اور خوب تعریف کرتے۔ کبھی کبھی انعام سے بھی نوازتے۔ لالہ جی کہتے کہ کسی کو بھی تنخواہ کے علاوہ فالتو پیسے ملیں تو اسے بہت خوشی ملتی ہے۔ ویسے بھی انسان کو عار ہی نہیں ہوتا اپنی فیملی کا صدقہ خیرات دینے کا۔

صدقہ کئی بلاوں اور مصیبتوں کو ٹالتا ہے۔ اگر کوئی کسی بڑی مصیبت سے بچتا ہے تو اکثر کہا جاتا ہے کہ کوئی ہاتھ کا دیا کام آیا۔ قیامت کے دن جب سورج سوا نیزے پر ہو گا تو ہر کوئی اپنے صدقے کے سائے میں ہو گا۔ کسی بھی خیرات کو معمولی نہیں سمجھنا چاہیے چاہے ایک کھجور یا ایک سکہ ہی دیں وہ قیامت کے دن پہاڑ جتنا بنا ہو گا۔ فاروقی صاحب ان باتوں کو پلے باندھ رہے

تھے اور ملازموں اور غریبوں پر مہربان ہوتے جارہے تھے۔ وہ اپنی فیملی کو ان کے بارے میں بتاتے رہتے تھے۔ ایک دن ان کے بیٹے کا فون آگیا۔ لالہ جی کا اس نے بہت شکریہ ادا کیا۔ اور بڑے اچھے طریقے سے بات چیت کی۔ اور پوچھا لالہ جی آپ کو کچھ چاہیے تو بتائیں۔

لالہ جی نے بہت شکریہ ادا کیا۔

فاروقی صاحب صبا سے اور اس پوری فیملی سے بہت متاثر ہوئے تھے۔ اور وہ اپنے بیٹے کے لیے رشتے کی تلاش میں تھے۔ ایک دن انہوں نے لالہ جی سے صبا کے رشتے کی بات کی تو انہوں نے بتایا کہ وہ اس کا رشتہ دے چکے ہیں جو بہت اچھے لوگ ہیں تو وہ چپ ہو گئے۔

جب رات کو بڑے کمرے میں سب مل کر بیٹھتے اور کھانا کھاتے اور ٹی وی دیکھتے تو اس وقت لالہ جی نے فاروقی صاحب والے پروپوزل کا بتایا اور تو اسی

وقت علی نے ایکدم صبا کی طرف دیکھا تو جواب میں اس نے ماہنڈ کرنے والے انداز میں دیکھا تو علی سر جھکا کر انگلیاں مروڑنے لگا۔

علی کے باس نے فون کیا کہ وہ یہاں سے سب واہنڈ اپ کر کے پرسوں کی فلاہیٹ سے ارہے ہیں۔ گھر میں ان کے امد کی تیاریاں شروع ہو گئی۔ ان کے لیے اوپر والا پورشن تیار کروایا گیا۔ باس نے کہا کہ علی میں اکر تمھارے بھائی کے ساتھ بزنس کرنا چاہتا ہوں۔ یہاں پر میں نے سب سیل کر دیا ہے۔ پاکستان میں گھر لوں گا اور پاکستان میں ہی بزنس کروں گا۔ اپنے ملک کو فائدہ پہنچاوں گا تاکہ میرے ہم وطنوں کو روزگار میسر آسکے۔ اور ملک ترقی کر سکے۔ اسی لئے تو ہمارا ملک ترقی نہیں کرتا کہ اسے ترقی دینے کے لیے ہم حکمرانوں کا منہ دیکھتے ہیں۔ ہر بندہ اپنی دنیا میں مگن رہتا ہے اور ترقی نہ ہونے پر حکمرانوں کو کوستا ہے بھلا ہم ملک کی ترقی کے لئے کیا کرتے ہیں دوسرے غریبوں کو تو چھوڑو اپنے غریب پڑوسیوں، اپنے ملازموں کے

مسائل میں کبھی دلچسپی نہیں لی۔ ان سے کبھی نہیں پوچھا کہ کھانا کھایا ہے یا صرف کام میں ہی لگے ہو۔ بچے اسکول پڑھتے ہیں خرچے کی تنگی تو نہیں۔ بس خود کا پتا ہے کہ ہمارے بچے اچھے مہنگے اسکولوں میں پڑھ رہے ہیں۔ اپنے ملک کے غریب بچے بے شک انپڑھ رہ جاہیں۔ صرف امیروں کے بچوں کو تعلیم حاصل کرنے کا حق ہے غریبوں کو نہیں۔ یہ ملک صرف ہمارا ہے ان کا نہیں۔ ہر کوئی اگر زیادہ نہ سہی ایک بچے کی پڑھائی کا زمہ ہی لے لے۔ تو قطرہ قطرہ دریا بن جاتا ہے۔ اگر ہمارے پورے ملک کی تعلیم کا معیار بلند ہو گا تو ہماری نسلوں کو بھی فائدہ ملے گا۔ ان کی ترقی و تربیت کے لئے سلجھا ہوا معاشرہ ہو گا۔ علی نے کہا انکل آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ جب سے منگنی ہوئی تھی اس نے اسے باس بولنے سے منع کر دیا تھا۔

علی نے دوبئی میں اپنے ایک اعتماد والے آدمی کو مدثر کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے کہا تھا اور اب اس نے جو معلومات دی تھیں وہ سن کر علی بہت پریشان ہوا اور مشورہ کرنے کے لیے صبا کے پاس چلا گیا۔ علی نے بتایا کہ مدثر نے ادھر شادی کر رکھی ہے۔ اور اسی کے ساتھ رہ رہا ہے۔ علی اور صبا اس بات سے پریشان تھے کہ وہ اب کیا کریں۔ پہلے بھی علی نے ان کو کچھ بتانا چاہا تھا مگر انہوں نے یقین نہیں کیا تھا اب انہوں نے لالہ جی سے اس بات کا تزکرہ کیا اور ان سے کرن کی زندگی تباہ ہونے سے بچانے کے لئے مشورہ مانگا۔ لالہ جی بہت پریشان ہوے اور بولے بیٹیاں سب کی سانجھی ہوتی ہیں۔ ویسے بھی اس بچی کی عادت مجھے بہت اچھی لگی۔ میں اب اس معاملے میں دیر نہیں کرنا چاہتا۔ کل مہمان بھی آنے والے ہیں وقت کم ہے اور جا کر بتانا پڑے گی یہ بات فون پر سمجھانے والی نہیں۔ میں تمھاری ماں کو بھی ساتھ لے کر چلتا ہوں۔ علی نے کہا کہ ان کی جگہ آپ صبا کو لے

جاہیں ھادی آپ لوگوں کو چھوڑ آئے گا۔لالہ جی بولے نہیں ھادی نہیں تم چلو اور اس کے بھائی سے بات کرلینا۔اور صبا کرن سے بات کرلے گی۔ مگر ہر بندہ ثبوت مانگتا ہے۔اتنی بڑی بات بغیر ثبوت کے کوئی نہیں مانتا۔الٹا ماہنڈ کر سکتے ہیں کہ آپ ان کے معاملے میں انٹر فیر کر رہے ہیں۔ مگر کرن کی زندگی بچانے کے لیے ہم کوشش ضرور کریں گے۔چاہے نتیجہ جو بھی نکلے۔صبا تم کرن کو ہمارے آنے کی اطلاع کر دو۔اور علی تم اس آدمی سے ثبوت بھیجنے کا کہو۔

علی نے اس آدمی سے فوری طور پر ثبوت کا بولا اس نے کہا میں پوری کوشش کروں گا۔لالہ جی نے کہا ہم بات تو جاکر کرتے ہیں۔اس کے بعد مہمان آگئے تو موقع نہیں ملے گا۔

کرن نے جب سنا کہ وہ لوگ آرہے ہیں تو وہ خوشی سے پاگل ہونے لگی۔گھر والے سب خوش ہو گئے اور ان کی آمد کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔

طیب بھی بہت خوش ہوا۔ کرن بھائی سے بولی کہ ان لوگوں نے گھر میں اتنی مزے مزے کی چیزیں بنائی تھیں۔ مگر مجھے تو کچھ خاص بنانا ہی نہیں آتا۔ طیب بولا تم رہنے دو میں بیکری سے لے اتا ہوں۔ صبا کو مکرونی اور فروٹ ٹرائفل بنانا آتا تھا وہ بنانے لگ گئی۔ وقت گزرنے کا پتا ہی نہ چلا ابھی وہ کچن میں ہی لگی ہوئی تھی اور سارے گھر کی صفائی ستھرائی اور ڈسٹنگ کے بعد اس نے نہانے کے لیے کپڑے واش روم میں رکھے اور اچانک دو ڈشز بنانے کا خیال آ گیا اور وہ لوگ آ گئے۔

طیب علی اور لالہ جی سے بہت گرمجوشی اور ادب واحترام سے ملا۔ کرن کی ماں کو ویسے ہی علی بہت اچھا لگتا تھا وہ اس پر واری جانے لگی۔ علی کو آنے کے بعد پرانا وقت یاد آیا تو اس کا دل بھر آیا۔ وہ لوگ حیران ہو رہے تھے کہ وہ اتنے براڈ مائنڈڈ کیسے ہو گئے کہ صبا جس کے رشتے کی بات چل رہی تھی اس کو بھی ساتھ لے آئے۔ طیب تو صبا کے آنے سے خوش ہو رہا تھا۔ لالہ

جی نے صفائی پیش کرتے ہوئے کہا کہ میں نے سوچا صبا کو اس کی سہیلی کرن سے ملوانے کے لیے ساتھ لے چلتے ہیں دونوں بچیاں مل کر خوش ہو جائیں گی۔ کرن کے پاپا نے کہا کہ آپ نے تو ہمیں اکر جو عزت اور خوشی دی ہے اس کے لیے آپ کا بہت تھینکس کرتا ہوں۔ لالہ جی بولے اور آپ لوگوں کو انوا ہیٹ بھی کرنا تھا نے گھر میں آنے کے لئے۔ کرن کے والدین نے بہت مبارک باد دی۔ طیب نے بھی دی۔ علی طیب سے فالتو بات نہیں کر رہا تھا جبکہ وہ اس کے آگے بچھا جا رہا تھا۔

صبا کرن کے ساتھ چائے بنانے میں ہیلپ کرنے چلی گئ۔ اور دونوں خوشگوار موڈ میں باتیں بھی کر رہی تھیں اور کام بھی کر رہی تھیں۔ پھر کرن نے ماں کا ھادی کے ساتھ شادی والا لطیفہ سنایا تو صبا بظاہر ہنسنے لگی مگر اندر ہی کچھ سوچنے لگی۔ طیب کچن میں آیا اور صبا کی طرف دیکھنے لگا اس نے مڑ کر دیکھا تو علی کچن کے دروازے میں سپاٹ چہرے کے ساتھ ہاتھ میں کیک اور

فروٹ اٹھائے کھڑا تھا جو راستے سے ان لوگوں کے لیے لیے تھے۔ طیب مڑا تو علی کے سنجیدہ اور سپاٹ چہرے کو دیکھ کر کنفیوز ہو گیا جیسے کوئی چوری کرتے ہوئے پکڑا گیا ہو۔ اور علی بہن کی حفاظت کے لیے آیا ہو۔ طیب نے جھٹ اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے کہا کہ علی بھائی اس کی کیا ضرورت تھی۔ علی جواب میں خاموش رہا۔ پھر طیب نے کہا علی بھائی آپ بیٹھیں میں ان کی ہیلپ کے لیے آیا تھا۔ علی نے کہا میں بھی ہیلپ کے لیے آیا ہوں تو طیب نے کہا کہ آپ رہنے دیں مگر وہ جواب دیے بغیر کھڑا رہا۔ صبا علی کا موڈ دیکھ کر فوراً علی کو لوازمات کی پلیٹیں پکڑانے لگی۔ علی کو کرن کو دیکھ کر افسوس ہوا۔ ابھی تک اس بندے نے ثبوت نہیں بھیجا تھا۔ لالہ جی نے کہا تھا کہ جب ثبوت اجائے تو کہہ دینا ڈن۔ پھر میں بات شروع کروں گا مگر ابھی تک ان کو علی کی طرف سے اشارہ نہیں ملا تھا۔

چائے کا دور چل رہا تھا اور کرن اپنی بنائی ہوئی ڈشیں ان لوگوں کو یہ بتاتے ہوئے فخر سے پیش کر رہی تھی کہ اس نے بنائی ہیں اور سب تعریف کر رہے تھے۔ اور وہ خوش ہو رہی تھی۔ علی اور طیب ڈرائنگ روم میں دور اکھٹے بیٹھے ہوئے تھے کہ علی نے اس سے انٹرویو والے انداز میں سوال وجواب شروع کر دیے۔ طیب نے جب بزنس کی باتیں اس سے شروع کی تو علی کافی حیران ہوا۔ وہ تو ایسا بزنس مین تھا جو بزنس کے داو پیچ خوب جانتا تھا وہ تو چھپا رستم نکلا پھر علی بھی کھل کر اس سے باتیں کرنے لگا۔ حتکہ ان دونوں نے آپس میں بزنس ڈیل بھی کرلی۔ لالہ جی نے اب جانے کی اجازت مانگی اور بغیر اس بات کا راز کھولے بغیر ہی آ گئے۔

علی اور صبا گھر آ کر بہت پریشان تھے کہ اب تو ثبوت بھی مل چکے تھے ان دونوں کی تصویر اور وڈیو جو کسی کیفے میں آے تھے اس نے بھیج دی تھی۔

علی نے بزنس کے سلسلے میں کرن کے بھائی طیب کو بلایا تھا علی اب اس سے کافی مطمئن نظر ارہا تھا۔ شام کو باس نے بھی پہنچنا تھا۔ گھر میں ان کے استقبال کی تیاریاں عروج پر تھی۔

امام دین اور فاروقی صاحب لان میں بیٹھے لان نیے گملے سیٹ کروا رہے تھے۔ صبا لان میں آئی تو فاروقی صاحب نے کہا صبا بیٹا مجھے معدے میں گیس وغیرہ فیل ہو رہی ہے کوئی دوائی تو بتاو۔ صبا جو پہلے ہی جلدی میں تھی۔ علی نے بتایا آج طیب نے آنا ہے تو وہ خوشی میں ہر کام جلدی جلدی کر رہی تھی بولی جی انکل میں ابھی لا کر دیتی ہوں۔ وہ دوائی لا رہی تھی سر جھکا ہوا تھا کہ وہ کسی سے ٹکرا گئی۔ غصے سے بولی علی ایک تو جلدی ہے اوپر سے تم اگے کھڑے ہو جاتے ہو۔ علی نے جواب دیا آنکھوں کا بھی استعمال کرتے ہیں

دیکھ کر چلتے ہیں اور جب سر اٹھا کر دیکھا تو سامنے طیب کھڑا قدرے شرمندہ مسکرا رہا تھا۔ وہ کنفیوز ہو کر بولی او سوری دیکھا لالہ جی اور فاروقی صاحب نظر کی عینک سے اسے دیکھ رہے تھے سب مسکرا رہے تھے اور علی بھی ہلکی سی سماہل دے رہا تھا وہ فاروقی صاحب کو دو پکڑا کر بولی میں پانی بھجواتی ہوں۔ کیونکہ گلاس طیب سے ٹکراتے اس کے کپڑوں پر گر چکا تھا۔ اور وہ شرما کر شرمیلی مسکراہٹ کے ساتھ تیزی سے چلی گئی۔

وہ جوس چھوٹی ٹرے میں تین گلاس رکھ کر علی کے کمرے میں گئی تو دیکھا علی صاحب اپنے کمرے میں کمپیوٹر کے سامنے کرسی پر بیٹھا موبائل دیکھ رہا ہے اس نے اس کے کندھے پر زور سے تھپڑ مارا اور غصے سے بولی تم ادھر آرام سے بیٹھے ہو گھر میں سو کام کھلے ہیں۔ جب اس نے مڑ کر دیکھا تو وہ طیب تھا۔ صبا کے ہاتھ سے ٹرے چھوٹ کر سیدھی طیب کے کپڑوں پر گری۔ اور وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ علی جو باتھ روم سے نکل رہا تھا یہ منظر دیکھ

کر بولا۔ آنکھوں کے ساتھ دماغ کا بھی استعمال کرتے ہیں۔ وہ تیزی سے باہر نکل گئی۔ علی نے طیب سے کہا یار ماہنڈ نہ کرنا ہمارے ہاں رسم ہے کہ پہلی بار منگیتر گھر آئے تو اس کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا جاتا ہے۔ منگیتر مارتی بھی ہے۔ طیب جس کے تین گلاس جوس گرنے سے بلکل ہی تباہ ہو چکے تھے۔ اب علی نے کہا چلو یار ھادی کے کمرے میں اس کا کوئی پریس ہوا جوڑا دیتا ہوں۔ ھادی آتا نظر آیا تو علی نے ھادی سے کہا طیب کو اپنا کوئی جوڑا دو اس کے کپڑوں پر جوس گر گیا ہے۔ علی کو جلدی تھی اہیر پورٹ بھی جانا تھا باس کو لینے وہ طیب کو ہادی کے حوالے کر کے تیزی سے چلا گیا۔ ھادی اسے لیکر اپنے کمرے میں آیا اور اتفاق سے ایک نیا شلوار قمیض لاہٹ بلو کلر میں موجود تھا جو علی لے کر آیا تھا کہ جمعہ پڑھنے کے لئے بھی وہ پینٹ میں چلا جاتا ہے جب کہ طیب کو شلوار قمیض پسند نہ تھی۔ اس نے وہ طیب کو دیتے ہوئے کہا کہ یہ پلیز گفٹ لے لیں تا کہ میری اس سے جان چھوٹ جائے۔

اس نے ساری سٹوری سنادی تو طیب بولا ویسے تو میں نے بھی کبھی شلوار قمیض نہ پہنی نہ خریدی۔ ہاں مگر اسے میں اسے ضرور پہنا کروں گا۔ ھادی نے چھیڑا یہ سسرال کا میٹھا میٹھا سوٹ ہے نا اس لیے۔ وہ مسکرا کر ہلکہ سا قہقہہ لگا کر بولا بلکل۔ اور گھر کے پہنے سوٹوں پر جوس گرا کر میٹھا کر دیا جاتا ہے۔ ھادی جو شوخ مزاج تھا اس نے صبح سے صبا کو چھیڑ چھیڑ کر ناک میں دم کیا ہوا تھا اس نے پوچھا ویسے یہ جوس گرانے کی کس کی مہربانی ہے۔ تو طیب بولا اور کون جرآت کر سکتا ہے۔ پھر اس نے ساری سٹوری ھادی کو سنائی اور دنوں ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر قہقہہ مار کر ہنسنے لگے۔

ھادی کو بھابی نے آواز دی تو وہ طیب سے بولا آپ پلیز کمرے میں ہی کپڑے چینج کر لیں میں ابھی اتا ہوں اور تیزی سے چلا گیا۔

صبا جوس کے واقعے سے سخت پریشان اور گھبراہٹ کا شکار تھی اوپر سے علی کے باس کی فیملی بھی آنے والی تھی۔ اس نے علی کو بڑبڑا کر کوسا کہ اج

ہی طیب کو بلانا ضروری تھا کیا۔ باس نے کہا وقت ضائع نہیں کرنا آج ہی بلاو۔ اس نے سوچا ھادی کو دیتی ہوں جوس دے آۓ۔ وہ اس کے کمرے میں آئی تو دروازہ اندر سے لاک اس نے زور زور سے دروازہ بجایا اور غصے سے بولی ھادی کے بچے باہر نکلو اندر کیا کر رہے ہو اتنا کام ہے میمان آنے والے ہیں۔ اتنے میں دروازہ کھلا اور سامنے طیب کو دیکھ کر جوس کی ٹرے اس کے ہاتھ سے چھٹی اور اس کے اپنے کپڑوں پر گر گئی سامنے سے آتا ھادی یہ تماشا دیکھ رہا تھا تیزی سے قریب اکر بولا پلیز تم جوس پلانے کا پروگرام کینسل کر دو۔ وہ طیب کی طرف اشارہ کر کے بولا یہ بے چارے یہاں کام سے آۓ ہیں نہ کہ بار بار کپڑے بدلنے۔ ویسے تمھارا نشانہ اب چونک گیا ہے۔ جو کسی کے لے گھڑا کھودتا ہے خود اس میں گرتا ہے۔ ان پے گرانے آئی تھی خود پر گر گیا ادھر سے علی آواز لگاتا آیا ھادی لالہ جی جوس مانگ رہے ہیں۔ اتنے میں صا پر نظر پڑی اور دیکھتے ہی بولا پھر سے۔ ھادی تیزی

سے بولا نہیں اب نشانہ چونک گیا ہے۔ صبا کے ہاتھ میں ٹرے تھی گلاس نیچے گر چکے تھے اس نے ٹرے غصے سے نیچے پٹخی اور غصے سے چل بڑی۔

ھادی نے زور سے بول کر کہا طیب بھائی سوچ لیں ابھی بھی وقت ہے بہت غصے والی ہے کل یہ ٹرے آپ پر پٹخے گی۔ پھر ھادی کا زوردار قہقہہ بلند ہوا۔

وہ کمرے میں بیٹھ گئی۔ بہن جس کو ھادی جوس کی سٹوری سنا چکا تھا پوچھا کیا ہوا۔ اس نے کپڑوں کی طرف اشارہ کیا بہن قہقہہ لگا کر بولی پھر سے۔ صبا نے گھور کر دیکھا اور الماری کی طرف چل پڑی۔

علی کا باس اپنی فیملی کے ساتھ اچکا تھا۔ وہ لوگ بہت خوش ہو رہے تھے ان لوگوں کے اتنے اچھے استقبال پر۔

باس کی بیٹی امبر سب سے زیادہ خوش تھی شوخ وچینچل اور معصوم بچی سی لگتی تھی۔ بے دھڑک بات بول دیتی تھی۔ اور والدین شرمندہ ہو جاتے تھے۔ لالہ جی نے ان کی شرمندگی کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ آجکل ایسی

بچیاں کہاں ملتی ہیں جن کا ظاہر اور باطن ایک ہو۔ ہمیں تو امبر بیٹی کی باتیں بہت بھلی لگ رہی ہیں ہمارے گھر میں تو خوب رونق لگی رہے گی۔ ہمارے گھر میں ھادی ہے جو اس گھر کی رونق ہے۔ اب ڈبل رونق لگ جائے گی۔

کرن بھی بھائی کے ساتھ انے پر بے چین تھی مگر اس کے پاپا نے اجازت نہ دی کہ ان لوگوں نے صرف طیب کو بلایا ہے۔ رات پڑ چکی تھی۔ امبر کے ڈیڈ طیب اور ھادی کی بزنس کی باتوں سے متاثر ہوئے۔ امبر کی ماں بھی سب سے جلد گھل مل گئ تھی۔ امبر کی ھادی سے بھی آتے ہی دوستی ہو گئی۔

دونوں کا مزاج ایک سا تھا۔ کرن فون کر کے معلومات لے رہی تھی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اڑ کر پہنچ جائے۔

طیب کی علی کے باس سے بزنس ڈیل ہو چکی تھی۔ علی نے بزنس کو اس انداز سے سیٹ کیا ہوا تھا کہ ہر کسی کا زاتی پرافٹ تھا کوئی کسی کے آگے جواب دہ نہیں تھا اور آپس میں لنک بھی تھا۔

رات کا کھانا بڑے ھال میں نیچے بیٹھ کر قالین پر اکٹھے کھایا۔ اتفاق سے صبا کو طیب، ھادی اور علی کے سامنے والی رو میں ملی تھی۔ جب کھانے کے دوران جب صبا کولڈ ڈرنک ڈالنے لگی تو ھادی آہستہ سے بولا طیب بھائی بچ کے۔ وہ مسکرانے لگا۔ سب مسکرانے لگے۔ کھانا بہت ٹیسٹی تھا سب تعریف کر رہے تھے۔ اج فاروقی صاحب بھی ان کے ہمراہ موجود تھے۔ لالہ جی سب کو فخر سے بتا رہے تھے کہ یہ سب میری بہو کا کمال ہے۔ علی کا بھائی اپنی بیوی کی تعریفیں سن سن کر خوش ہو رہا تھا۔ وہ شرما رہی تھی۔

سب کھانے کے بعد گرین ٹی کا ادھر ہی بیٹھ کر انتظار کرنے لگے اور ساتھ ساتھ گپ شپ بھی لگا رہے تھے۔ علی اور ھادی بھی لیڈیز کے ساتھ برتن اٹھانے میں مدد کرنے لگے۔ تو باس متاثر ہو گیا اور تعریف کرنے لگا۔ تو فاروقی صاحب نے تعریفوں کے پل باندھ دیے۔ وہ بتانے لگے کہ وہ جب سے اس گھر میں شفٹ ہوے ہیں ان کی فیملی امریکہ گی ہے تب سے آج

دن تک انہوں نے میری زمہ داری اٹھالی اور ایک دن بھی ناغہ نہیں کیا۔ اتنی ڈیوٹی کوئی نہیں دے سکتا۔ اور ملازموں سے پیار بھرا سلوک کرتے ہیں۔ چھ بجے شام سب کو چھٹی دے دیتے ہیں چاہے کچھ بھی ہو۔

لالہ جی نے کہا کہ ایک توان کو بھی آرام اور اپنی فیملی کے ساتھ وقت گزارنے کا حق حاصل ہے۔ دوسرے ہر گھر کی پرائیویسی ہوتی ہے صبح سے رات تک ان کو گھر رکھنا بھی خطرناک ہو سکتا ہے۔ کسی کا بھی کچھ اعتبار نہیں۔ ہم اپنی نیت پر چلتے ہیں۔ جب بھی کام ختم ہو جائے ہم ان کو چھٹی دے دیتے ہیں۔ چاہے شام تک ڈیوٹی ہو اور صبح ہی کام ختم ہو جائے۔ اور ان کے سامنے گھر کی باتیں کرنے سے بھی اجتناب کرتے ہیں۔ اگر کہیں جانا ہو توان کے سامنے ظاہر نہیں کرتے۔ گھر میں الارم سسٹم لگا دیا ہے اور کوئی چوکیدار نہیں رکھا۔ کیا پتا چوکیدار ہی نقب لگا دے۔ باس کافی متاثر اور

خوش ہو رہا تھا اور مطمئن بھی کہ اس نے اپنی اکلوتی بیٹی کے مستقبل کا فیصلہ درست جگہ ہوا ہے

ماں بھی مطمئن لگ رہی تھی۔

طیب نے اجازت چاہی کہ دیر ہو رہی ہے اور وہ چائے نہیں پی سکتا۔ اس نے ادھر سے ہی خدا حافظ کہا اور اٹھنے سے منع کیا۔ اور علی باہر چل پڑا۔ اور گاڑی کے پاس پہنچ کر طیب سے بولا کہ وہ اس سے کچھ بات کرنا چاہتا ہے۔

وہ تھوڑا حیران ہوا۔ پھر طیب اس کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گیا اور اس کو معزرت کرتے ہوئے مدثر کے بارے میں بتانے لگا تو طیب نے پیار سے اس کے ہاتھ پکڑ کر اپنے پچھلے روپے کی معافی مانگ کر کہا آپ نے پہلے بھی میری بہن کو برباد ہونے سے بچانے کے لیے نیک نیتی سے کوشش کی تھی اور اب کھل کر سب بتا ہیں۔ علی نے تمام معلومات اس کے گوش گزار کر دیں۔ اور موبائل پر اس کو ثبوت دیکھانے لگا۔ طیب رونے لگا۔ علی اس کو

تسلی دینے لگا۔ اور کہا کہ جو کچھ ہوتا ہے اچھے کے لیے ہی ہوتا ہے۔ اب فیصلہ یہ کرنا ہے کہ والدین کو اور کرن کو کچھ نہیں بتانا۔ ہمارے گھر میں ہر بات سب کو پتا ہوتی ہے اور اس کے علاوہ کسی کو نہیں بتائی جاتی۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ آپ کے والدین دکھی ہو جاہیں گے وقت آنے پر سب اوپن ہو جائے گا۔ اور ہم اب مدثر کے ساتھ رخصت نہیں کریں گے اور کرن کا رشتہ کسی اچھی جگہ سچائی بتا کر طے کر کے مدثر سے طلاق لے لیں گے۔

طیب روتے ہوئے بولا اس زمانے میں اتنا عظیم کون ہو گا جو ایسی لڑکی سے شادی کرے گا جس کی ابھی اتنا ہی بولا تھا کہ علی نے کہا کہ اگر نہ ملا تو شادی اگر قبول ہو تو۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

علی اور طیب کرن کے حوالے سے بات کر رہے تھے طیب نے روتے ہوئے علی کے ہاتھ پکڑ کر کہا آپ کے گھرانے سے افضل مجھے کوئی گھرانہ نہیں۔ نہ ہی میرے والدین کو کوئی اعتراض ہو گا ایسا اگر ہو جائے تو یہ آپ کا ہم پر احسان عظیم ہو گا مگر ھادی وہ تو کرن سے چھوٹا ہے اتنا بھی نہیں ہے تھوڑا سا ہی ہے۔ اور تم فکر نہ کرو میں ھادی اور گھر والوں کو منالوں گا۔ طیب نے بہت شکریہ ادا کیا اور کہا آپ پہلے ھادی اور گھر والوں سے بات کر لیں جب سب ڈن ہو جائے تو پھر مدثر سے طلاق لے لیں گے۔ اب دنیا کے ڈر سے بہن کو دوزخ میں تو نہیں دھکیلا جا سکتا ہے نا۔ بے شک کنواری بیٹھی رہے مگر ایسے رشتے قبول نہیں کر سکتے ہیں۔ طیب علی کا شکریہ ادا کر کے چلا گیا۔ کرن طیب کے انتظار میں آنکھیں بچھائے بیٹھی تھی وہ سمجھ رہی تھی کہ وہ بہت خوش خوش آئے گا جس طرح جوش سے وہ فون پر جوس گرنے کے قصے سنا رہا تھا۔ مگر آیا اور پریشان اور چپ چپ تھا۔ تھکن کا بہانہ بنا کر وہ

سونے چلا گیا۔ کرن منہ دیکھتی رہ گئی۔ پاپا نے تسلی دی کہ بیٹا تھک گیا ہو گا اتنی دیر سے جو گیا ہوا تھا۔ ماں سو چکی تھی ورنہ پوچھ پوچھ کر جان کھا جاتی۔ آخر اس نے صبا کو میسج کیا فری ہو تو بات کرو۔ تو اس نے جھٹ فون کر دیا۔ اور کرن کو تسلی مل گئی۔

صبا کو اور تمام گھر والوں کو طیب کے ساتھ ہونے والی گفتگو بتا دی۔ ھادی سکتے میں رہ گیا اور بولا وہ تو مجھ سے بڑی ہے۔ علی نے کہا دو سال ہی بڑی ہے۔ زیادہ نہیں۔ ھادی بولا دو سال آپ کو کچھ نہیں لگتے۔ اس کی ماں بولی۔ ارے ہمارے خاندان میں چار، پانچ سال بڑی کے ساتھ بھی لوگ ہنسی خوشی رہ رہے ہیں۔ تم دو سال کی بات کر رہے ہو۔ ویسے مجھے وہ بہت پسند ہے۔ لالہ جی نے کہا کہ بس فیصلہ ہو گیا اب کرن ہی تمھاری دولہن بنے گی۔ تم نے بھائی کی زبان کی لاج رکھنی ہے۔ ھادی ناراض ہو باہر چلا گیا۔ لالہ جی

نے کہا طیب کو بتا دو کہ ہمیں یہ رشتہ منظور ہے۔ اس نے جب یہ سنا تو بہت خوش ہوا۔

طیب نے گھر والوں کو مدثر کی سب سچائی بتا دی اور وڈیو بھی دکھا دی جو علی نے اسے سینڈ کی تھی۔ ماں تو سینہ پیٹنے لگی اور بین کرنے لگی کہ ہائے میری بیٹی سے طلاق کے بعد کون شادی کرے گا۔ علی نے ھادی کے لیے رشتہ مانگا ہے۔ کرن تو سکتے میں رہ گئ ارے وہ تو مجھ سے پورے دو سال چھوٹا ہے۔ طیب نے بتایا کہ آج لالہ جی فون پر بات کریں گے اور صبا کی اور کرن کی منگنی ایک ساتھ ایک دن ہی کرنا چاہتے ہیں۔ کرن بولی میں تو اسے بے بی سمجھتی ہوں وہ مجھ سے چھوٹا ہے۔ ماں بولی ہمارے جاننے والوں میں لڑکی دس سال بڑی تھی مگر لڑکے کو کوئی اعتراض نہ تھا اور دونوں شادی کے بعد خوش و خرم زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور تم تو صرف دو سال ہی بڑی ہو۔

کرن کے پاپا نے فیصلہ صادر کر دیا کہ مدثر سے کل ہی طلاق کے لیے خلع کی

درخواست دائر کر دیں گے تاکہ عدت کے بعد دونوں بہن بھائی کی آکھٹی شادی کریں گے۔ کرن کے پاپا بولے میری لالہ جی سے فون پر بات کراو تاکہ معاملات طے کر سکیں۔ کرن غصے سے اٹھ کر چلی گئی۔

فون پر لالہ جی اور کرن کے پاپا نے معاملات طے کر دیے۔ اور گھر میں ہی سادگی سے منگنی کی رسم کرن کی خلع کے بعد ہونا قرار پائی۔ ان کو دو دن بعد گھر میں قرآن خوانی اور محفل میلاد رکھوایا اور کرن کے گھر والوں کو انوائیٹ کر دیا۔

فاروقی صاحب کی رات کو فیملی امریکا سے اچکی تھی۔ فاروقی صاحب نے گیٹ پر کھڑے لالہ جی سے خوشی سے ملوایا۔ وہ بڑے تپاک سے ملا۔ اور اس کے فادر کا خیال رکھنے پر بہت شکریہ ادا کیا۔ اس کا بہنوئی باہر آیا تو وہ بھی بڑے اچھے طریقے سے ملا اور کہنے لگا انکل نے جتنی آپ کی تعریف کی تھی اس سے بھی زیادہ آپ کو اچھے پایا۔ اور آپ کے گھر سے جو کھانا آیا تھا وہ

بہت ٹیسٹی تھا سب گھر والوں کو بہت پسند آیا۔ بہت موقع پر آپ نے بھیجا سب کو سخت بھوک لگی ہوئی تھی آپ لوگ تو سہی محلے داری کا حق نبھاتے ہیں بہت شکریہ۔

لالہ جی فاروقی صاحب کے بیٹے اور بہنوئی سے ملنے کے بعد ان کی بہت تعریف کرتے رہے۔ لالہ جی نے کہا کہ تم عورتوں میں سے کوئی جاو اور ان کے گھر اور ان کو ختم پر باقاعدہ انوائیٹ کر کے آو۔

ماموں کی بیوی اور باس کی بیوی دونوں ملکر گئی اور سوسائٹی کی عورتوں کو انوائیٹ کر کے آہیں۔ فاروقی صاحب کی فیملی نے ان کی خوب آو بھگت کی۔ گھر اکر ان دونوں نے بھی فاروقی صاحب کی فیملی کی بہت تعریف کی۔

کرن اور اس کے گھر والے لالہ جی کاشانہ ہاوس پہنچے۔ کرن کی جب ھادی پر نظر پڑی تو وہ اسے غصے سے گھور کر دیکھ رہا تھا لالہ جی کے ڈر سے وہ مروت میں ان سے ملا تو کرن کی ماں اس پر واری صدقے جانے لگی۔ کرن کے پاپا

بھی اس سے گرمجوشی سے ملے۔ طیب بھی پروٹوکول دے رہا تھا اور وہ بے بس محسوس کر رہا تھا۔ وہ مل کر بہانے سے وہاں سے نکل گیا۔

ھادی نے صبا، سے۔ اپنی بھابی سے، ماں سے اور مامی سے مدد کی درخواست کی۔ مگر کوئی ٹس سے مس نہ ہوا۔ نہ کسی نے اس کی فریاد سنی۔ ایک علی کی منگیتر امارہ نے اس کی فریاد توجہ سے سنی اور اس فیصلے کو ظلم قرار دے دیا۔

کرن کی ماں جب علی کے باس اور ان کی بیوی سے ملی تو حیران رہ گئی۔ علی کا باس ینگ اور بیوی ساتھ کافی بڑی لگ رہی تھی۔ صبا نے ان کے تجسس سے پوچھنے پر بتایا کہ ان کی بیوی سات سال ان سے بڑی ہے۔ وہ اکلوتی تھی اور باس کی کزن تھی اس لیے بزرگوں کے فیصلے کے خلاف وہ نہ جا سکے۔ اور حالات سے سمجھوتہ کر لیا۔ اب تو کرن کو سامنے کی مثال دینا آسان لگا اور اس کی ماں نے کرن کو مثال دے کر سرگوشی میں سمجھایا۔ کہ علی کے باس کی بیوی اس سے سات سال بڑی ہے۔ کرن نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

صبا کی مامی اور بہن سوسائٹی کی عورتوں کو رسیو کر رہی تھیں۔ ان کو بڑے حال میں بٹھایا گیا تھا۔ سب عورتیں سپارے پڑھنے اور سلام دعا میں بھی مصروف تھی۔ فاروقی صاحب کی فیملی اپنے جاننے والیوں سے سلام دعا کے بعد سپارے پڑھنے بیٹھ گئیں۔ کافی رش عورتوں کا پڑ چکا تھا۔ لالہ جی کی فیملی سوسائٹی میں مشہور تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ لالہ جی بہت سوشل تھے۔ ان کا گھر بھی خوبصورت بڑا اور لالہ جی آشیانہ کے نام سے مشہور تھا لالہ جی راہ چلتے دودھ والے، سوپر، ریڑھی والے دوکانوں، حجام جو بھی میسر آتا اس سے ایسے گپ شپ لگاتے جیسے پکی یاری ہو۔ اس کے علاوہ سوسائٹی کے لوگوں سے بھی اسی طرح خلوص سے ملتے اور حال احوال پوچھتے۔ اس کے علاوہ اکثر گھر میں کوئی چیز پکا کر گھروں میں بانٹتے رہتے۔ ان کے کھانے سب کو بہت پسند آتے۔ اس وجوہات کی بنا پر ان کا گھرانہ مشہور تھا۔ ختم زوروں شوروں سے جاری تھا۔ صبا نے دروازے پر آکر جھانکا تو سامنے ڈاکٹر

صاحب کی ماں اور بہن بیٹھی نظر آئیں۔ ان کی نظر صبا پر نہ پڑی۔ صبا نے اندر اکر سب کو ان کے بارے میں بتایا۔ علی جو سامنے کھڑا تھا۔ علی نے بتایا کہ ہاں ابھی فاروقی صاحب لالہ جی کے ساتھ کھڑے تھے ان کا بیٹا لالہ جی سے بڑے پریم سے باتیں کر رہا تھا اگے اس کا بہنوئی کھڑا تھا۔ فاروقی صاحب نے مجھے آواز دی کہ ادھر آو بیٹا علی میرے بیٹے سے ملو۔ بیٹے کا مجھے دیکھتے ہی سانپ سونگھ گیا۔ میں نے ہاتھ آگے بڑھایا تو وہ اشارے سے ہاتھ جوڑ کر منت کرنے لگا کہ میرے بہنوئی کو پتا نہ چلے تو میں نے اس کے بہنوئی سے ہاتھ ملایا اور جلدی کا بہانہ بنا کر آ گیا۔

صبا نے جب ماں کو بتایا تو بڑی بہن نے کہا جو ہوا سو ہوا اب وہ عورتیں تمہیں ہی جانتی ہیں۔ بہتر ہے کہ تم ابھی ان کے سامنے نہ جاو۔ انہوں نے سپارے پڑھے ہیں تو کھانا تو ان کا بنتا ہے۔ جب جانے لگیں گی تو اس وقت اچھے اخلاق سے مل لینا۔

صبا نے بڑی بہن کی بات مانتے ہوئے دروازے کی اوٹ میں بیٹھی رہی۔ علی کی امی اونچی آواز میں سب کے آنے کا شکریہ ادا کرتے ہوئے پرجوش انداز میں دعائیں مانگ رہی تھی چہرے پر بہت تقدس تھا اپنے محلے میں بھی وہ اچھی دعائیں مانگنے والی بی بی جان کے نام سے مشہور تھی۔ لوگ اسے خاص طور پر دعا کروانے کے لیے بلاتے تھے۔ اس کی آواز بڑی پر اثر تھی۔ دعا کے آخر میں وہ نعت شریف پڑھتی تو سب تعریفیں کیے بنا نہ رہتے۔

کھانا شروع ہوا۔ سب گپ شپ بھی کر رہی تھیں اور ساتھ ساتھ کھانے کی تعریفیں بھی کر رہی تھیں۔ سب جب فارغ ہو کر جانے لگیں تو صبا ایکدم سامنے اگئیں تو وہ دونوں اسے دیکھ کر دم بخود رہ گئی۔

صبا کو دیکھ کر وہ کنفیوز ہو گئ۔ صبا آگے بڑھ کر ان سے تپاک سے ملی تو ان کو کچھ حوصلہ افزائی ملی۔ صبا نے ان کے آنے کا شکریہ ادا کیا۔ اور ان کو بی جی سے ملوایا۔ اپنی ماں سے بھی ملوایا۔ سب سے ملنے کے بعد علی کو آواز دی وہ کچھ بوکھلاہٹ میں جانے کا عزر پیش کرنے لگیں۔ صبا نے کہا اب ہم پڑوسی بن گئے ہیں اور سب بھلا کر اچھے پڑوسی بن کر رہیں۔ علی نے آکر سلام کیا اور کہا صبا ٹھیک کہہ رہی ہے۔ وہ بھی خوش ہو گئیں اور آگے بڑھ کر گلے لگ گئی۔ اور خدا حافظ کہہ کر چلی گئی۔

لالہ جی کی دوستی ابھی بھی قائم تھی جبکہ حقیقت آشکار ہو چکی تھی وہ لوگ صبا کو کھو کر پچھتا رہے تھے۔ اب کرن پسند آچکی تھی۔ اور ہر وقت اسے جانے سے وہ ھادی کا رویہ جان چکی تھی۔

کرن کی ساس شادی کی تاریخ لینے آگی اور عزر دینے لگی شادی لیٹ کرنے سے آپ لوگ ناراض ہو گئے اور سمن بھیج دیا۔ جب طیب نے حقیقت بتائ

اور ثبوت دیکھایا تو وہ حیران رہ گئی اس کے بیٹے نے اس کا بھروسہ توڑا تھا ہم نے طلاق میں جو لکھوایا تھا وہ نہیں چاہیے۔ ہم نے علی کے بھائی ھادی سے اس کا رشتہ طے کر دیا ہے اور جلد شادی کرنا چاہتے ہیں بس تم جلدی سے طلاق بھجوا دو۔ وہ بولی میں کل ہی بھجوا دوں گی۔ اور بولی تم کرن کا کسی اچھی جگہ رشتہ کروا اپنا سٹیٹس دیکھو اک مراثی کے گھر توبہ ہے۔ ان سے ہمیشہ کی ناطہ جڑ جاے گا ہمارا ابھی رشتہ دار ہونے کے ناطے رشتہ جڑ جائے گا۔ پلیز ہمارے خاندان پر رحم کرو۔ اب نٹ میراثی ہی رہ گئے تھے ہمارے لیے۔ اتنا برا وقت تو نہیں آیا۔ میرے جاننے والے بہت ہیں میں کرن کا کروا دوں گی۔

کرن کے پاپا بولے نٹ میراثی ہمارے لیے ساری دنیا سے بہتر ہیں۔ تم فکر نہ کرو۔ وہ بولی میرا بیٹا جس کے پیچھے تھا تھوڑا فرق تھا تو میں نہ مانی تھی شکر ہے توبہ کم از کم یہ حال تو نہیں ہے نا۔ پھر وہ اٹھ کر چل دی۔ اگلے دن طلاق اگی

اور لالہ جی کو اطلاع دے دی گئی۔ اگلے دن رشتہ دار عورت آئی اور بتانے لگی کہ اس کو اپنے بیٹے کے نکاح کا علم ہو چکا تھا۔ اب اگر کرن کو طلاق دیتے تو بھاری رقم دینی پڑتی۔ اس کی شاہ خرچیوں سے حالات خراب ہو گئے جب تم لوگوں نے اسے پیسے معاف کیے تو وہ خوش ہو گئی۔ بیٹے کو طلاق کا کہا تو اس نے اپنی بیوی کو قبول کرنے اور گھر لانے کی شرط رکھ دی۔ وہ مجبور ہو گئی کیونکہ بیٹا دوبئی کمانے نہیں گیا تھا بلکہ اس لڑکی کے پیچھے گیا تھا اور جمع پونجی لٹا رہا تھا اب مزید نقصان کروانے سے بہتر تھا کہ اسے قبول کر لے۔ وہ لڑکی مدثر کے کالج میں پڑتی تھی۔ اس لڑکی کے والدین وہاں صفائی کے کام پر مامور تھے۔ وہاں کے پرنسپل نے کچھ لالچ دے کر نکاح کر کے اسے دوبئی لے گیا۔ اس کے بیوی بچوں کو علم ہوا تو انہوں نے اسے زدو کوب کیا اور طلاق دلوادی۔ وہ لڑکی مدثر سے رابطے میں تھی۔ اور مدثر نوکری کا بہانہ بنا کر اس کے پاس پہنچا اور اسے فلیٹ لے کر ساتھ رکھا۔ عدت کے بعد اس

سے نکاح کیا۔ اب وہ بیوی کو لے آیا ہے۔ لڑکی کے والدین کو بھی ساتھ رکھا ہے ان کی وہ نہ بے عزتی کرنے دیتا ہے۔ بلکہ عزت کرواتا ہے۔ اب وہ اس کے گھر پاوں پسارے بیٹھے ہیں۔ اور وہ بے بس اور شرمندہ ہے۔ اب بیٹے کے حکم سے دھوم دھام سے شادی کرے گی۔ قدرت نے اس کو غرور کی کیسی سزا دی۔۔ بیٹے نے جھوٹ بولا تھا کہ وہ حیثیت میں تھوڑی سی کم ہے۔

امام دین نے فاروقی صاحب کو دیکھ دیکھ کر اپنے آپ کو اس سوسائٹی کے مطابق ڈھال لیا تھا اسے ان چیزوں کا شوق بھی تھا۔ وہ پینٹ شرٹ، ٹراوزر وغیرہ شوق سے پہنتا۔ ورزش کرتا۔ واک ڈیلی کرتا۔ گرین ٹی پیتا۔ اس نے تو اپنا پیٹ بھی کم کر لیا تھا وہ تو سوسائٹی کے لوگوں سے بڑے پر اعتماد طریقے سے بات چیت کرتا گاڑی وہ پہلے ہی چلانی جانتا تھا علی نے ہمیشہ اس کے ہر شوق کی حوصلہ افزائی کی۔ اسے گاف کلب فاروقی صاحب کے ساتھ جانے

لگا۔ وہ اپنے بڑے بیٹے کو بھی اپنا آپ چینج کرنے کا کہتا مگر وہ دھیان نہ دیتا۔ اس کا وہی سٹائل تھا کھلی سی شلوار قمیض سلواتا۔ پاوں میں کھلے جوتے۔ کبھی بوٹ وغیرہ نہ پہنتا۔ پیٹ بڑھا ہوا۔ بالوں میں تیل لگا کر کنگھی کرنا۔ آے دن اپنے پرانے محلے میں جانا اور بہت وقت گزار کرانا۔ نہ کوئی کام کاج کرنا۔ بس سونا کھانا اور بیٹھے بیٹھے بیوی سے خدمت کرانا اور حکم چلانا۔ خود اٹھ کر پانی بھی نہ پینا۔ سگریٹ نوشی خوب کرنا نہ کسی کی سننا۔ اپنی مرضی سے جینا۔ بھائی احترام میں خرچہ دیتے رہتے۔ ماں، بیوی سمجھاتی مگر وہ سنی ان سنی کر دیتا۔ بیوی اس سے ناراض ہوتی وہ پروانہ کرتا۔ وہ کہتی سب کماتے ہیں ھادی نے تعلیم کے دوران کمانا شروع کر دیا۔ اور اب سیٹ ہو گیا ہے۔ لالہ جی نے اپنے آپ کو کتنا بدل لیا ہے۔ کتنے اس عمر میں بھی چست رہتے ہیں۔ بچوں کے لاکھ منع کرنے کے باوجود ان کے کام میں جتنی ہو سکے مدد کرتے ہیں۔ ہر بیوی کو شوق ہوتا ہے کہ اس کا شوہر اس کو اپنی کمائی

کھلائے چاہے کم ہی ہو مگر اس میں اس کو عزت اور سکون محسوس ہوتا ہے۔
اب گھر والے مجھے کسی چیز کی کمی محسوس نہیں ہونے دیتے۔ علی زبردستی
پکڑتا رہتا ہے۔ دبے لفظوں میں وہ کتنی آسان نوکری اور اچھی تنخواہ آفر کر
چکا ہے۔ میرا ابھی جی چاہتا ہے میرا شوہر پینٹ شرٹ وغیرہ پہنے۔ حتکہ آپ
کے ماموں نے بھی پہننے شروع ہو گئے ہیں۔ لالہ جی اور بی جی دوسروں کے
سامنے کتنے شرمندہ ہوتے ہیں جب کوئی پوچھتا ہے کہ آپ کے تینوں بیٹے
کیا کرتے ہیں تو وہ تو دو کا فخر سے بتاتے ہیں تیسرے کا کہتے ہیں وہ بھی
بھائیوں کے ساتھ کام کرتا ہے۔ تو وہ سگریٹ کا لمبا کش لے کر ڈانٹ دیتا
اس پر چلاتا وہ اپنی سبکی کے ڈر سے تاکہ باہر کوئی سن نہ لے اسے خاموش اور
آہستہ بولنے کا کہتی۔ وہ کہتی میاں بیوی کی باتوں کی آواز باہر نہیں جانی
چاہئے۔ مگر وہ اور چیخ کر اپنی بھڑاس نکالتا۔ علی اس کی ماں سب اجاتے وہ
اپنی سب کے سامنے سبکی محسوس کرتی۔ وہ سب کے سامنے سارا قصور اس کا

بنا دیتا چیخ چیخ کر کہتا جب بھی گھر آتا ہوں مجھ سے لڑائی شروع کر دیتی ہے میرا جینا حرام کیا ہوا ہے۔ ابھی میرے بھائیوں کی بیویاں آئی بھی نہیں تو اس نے پہلے ہی ان سے مقابلہ بازی شروع کر دی ہے کہ ان کے شوہر عیش کراہیں گے اور یہ منہ دیکھے گی۔ بتاو ماں کبھی میرے بھائیوں نے اسے کسی چیز کی کمی آنے دی۔ کس دن یہ بھوکی سوئی ہے۔ پیسہ پیسہ پیسہ ہر وقت اسے پیسہ چاہیے۔ کسی پیسے والے سے شادی کرائی ہوتی میرے سے کیوں کروائی۔ میں تنگ اگیا ہوں۔ اسے سمجھائیں کہ پیسہ ہی سب کچھ نہیں ہوتا۔ میں تنگ اگیا ہوں روز روز کی ان لڑائیوں سے۔ پلیز مجھے سکون لینے دیں۔ پھر اس نے دل پر ہاتھ رکھا اور پانی مانگا۔ ماں تڑپ گئی۔ جھٹ پانی پیش کیا گیا۔ وہ ہلکی ہلکی ہائے ہائے کر رہا تھا۔ صبا کو بلایا گیا صبا فرسٹ ایڈ اٹھا کر آ گئی۔ دوا دی اور آرام کرنے کا اور سٹریس نہ لینے کا مشورہ دیا۔ سب اس کی بیوی رضیہ کو مشکوک نظروں سے دیکھنے لگے۔ وہ روتے ہوئے صفائی دینے کی

کوشش کرتی تو ماں باپ اس کو ڈانٹنے لگتے۔ماں سمجھاتی شکر کر خوش قسمت ہے جو اتنا اچھا سسرال ملا ہے۔ محل جیسے گھر میں رہتی ہے۔لوگ اس محل والوں کی بہو بننے کے خواب دیکھتے ہیں۔نہ پیسے کی کمی نہ کھانے کی تنگی۔پھر کیوں ناشکری بنتی ہے۔اس کو بھی ٹینشن دے دے کر بیمار کرتی ہے۔ سارے گھر والوں کو پریشان کرتی ہے۔اس کے والدین اس کی کوئی صفائی سنتے ہی نہ تھے۔ علی آتا بھائی کو سناتا بھابھی کی فیور لیتا کہ آپ بھابی کے ساتھ زیادتی کرتے ہیں۔لالہ جی سنتے تو ڈانٹتے۔ھادی اور صبا رضیہ کو چپ کراتے۔ مگر آجکل تو اسے علی کے باس ملک جاوید اور ان کی بیوی سے شرم آتی۔جو ان کا بھی لحاظ نہ کرتا اور سب کے سامنے چھوٹی سی بات پر زلیل کر دیتا۔گھر والے اپنی عزت کے ڈر سے چپ ہو جاتے کیوں کہ وہ کسی کا بھی لحاظ نہ کرتا تھا بیوی ہر لمحہ اس کو خوش رکھنے اور گھر کا ماحول خراب نہ ہو

کوشش کرتی۔ پر وہ خوش نہ ہوتا۔ سیدھی بات کا الٹا جواب دیتا۔ چڑ چڑا رہتا۔

پرانے محلے کی ایک خالہ ملنے آئی۔ سب بہت خوش ہوئے۔ رضیہ نے اس کی آو بھگت کی۔ تو اس نے چاے پیتے ہوئے سب کے سامنے اس نے چاے پیتے ہوئے کہا کہ آپ لوگوں نے میری بہت مدد کی ہے۔ اپ کا احسان ہے آپ کو بتانے آئی تھی کہ شکور کو ان بری اور لالچی عورتوں سے بچالیں جو اسے لوٹ رہی ہیں۔ وہ ماں بیٹی اس کو لوٹ لوٹ کر کھا جائیں گی۔ علی کی ماں بولی کیا بک رہی ہو۔ وہ بولی بلاو بیٹے کو۔ شکور آیا تو اس عورت نے کہا کہ تم نے کیا ہمارے محلے کی وہ دو آوارہ عورتوں کے پاس کیوں جاتے ہو۔ جھوٹ مت بولنا۔ لالہ جی نے غصے سے پوچھا ہاں یا نہ۔ وہ ہکلا کر بولا وہ میں جاتا تو ہوں پر۔ اتنا سننا تھا کہ لالہ جی نے اس کی درگت بنانی شروع کر دی۔

لالہ جی نے خوب بیٹے کی پٹائی کی۔ گھر والوں نے بڑی مشکل سے چھڑوایا۔ اس کی سب گھر والوں کے سامنے بہت بے عزتی ہو چکی تھی خاص طور پر علی کے باس ملک جاوید اور مسز جاوید کے سامنے سوچتے ہوئے علی کے بھائی کو بہت شرمندگی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ کمرے میں لیٹا ہوا تھا ماں اکر کھانے کا پوچھنے آئی تو اس نے انکار کر دیا اور کہا کہ رضیہ کو بھیجیں۔ ماں نے غصے سے کہا کہ کیا وہ اب آے گی۔ ہاں ضرور آئے گی۔ علی آیا، بھائی نے شرمساری سے نظریں جھکا لیں۔ علی نے کھانے کا پوچھا تو اس نے انکار کر دیا۔ رضیہ کو بھیج دو ضروری بات کرنی ہے۔ علی نے ماں سے کہا جو ہوا سو ہوا۔ اب انشاء اللہ اگے ایسا نہیں ہو گا۔ ھادی ادھر سے آیا اور بولا رجو آپی آپ فکر نہ کریں آج ان کو آپ کو مارنے کی ہمت نہیں ہو گی آج وہ خود مار کھائے ہوئے ہیں۔

صبانے کہا کہ رجو آپی آپ کو ایک بات ضرور کہوں گی۔ مانا انہوں نے غلط کیا اس وقت ان کو آپ کی ضرورت ہے اس مقدس رشتے کے ناطے اور انسانیت کے ناطے آپ چلی جاہیں۔ اس کی ماں نے بھی جانے کا بولا، ماموں بھی حال احوال پوچھ کر آیا۔

لالہ جی بیوی سے اسکا حال پوچھا تو وہ مطمئن سی ہو کر بولی۔ رجواب کمرے میں چلی گئی ہے وہ سب سنبھال لے گی اور کھانا بھی کھلا لے گی۔ اس نے خود بھی کھانا نہیں کھایا بلکہ روتی بھی رہی ہے۔

رضیہ کمرے میں داخل ہوئی تو اس نے شوہر کو دیکھا جو اسے نڈھال اور مظلوم سا لگا۔ اس کے شوہر نے کہا کہ رجو مجھے معاف کر دو تو وہ کافی حیران ہوئی اس کو تو لگتا تھا کہ وہ اپنی مار اور توہین کا بدلہ بھی اسی سے لے گا اور اپنا غصہ نکالے گا۔ مگر وہ تو آرام سے اس سے معافی مانگ رہا تھا۔ اور روتے

ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہہ رہا تھا کہ مجھے احساس ہی نہ ہوتا تھا جب میں تمھاری

بے عزتی کرتا اور مارتا تھا۔

____

شکور رضیہ سے رو رو کر معافی مانگ رہا تھا کہ اج اپنی بے عزتی ہوئی ہے تو پتا

چلا کہ مار اور بے عزتی سہنا کتنا ازیت ناک عمل ہے۔ جسم کے ساتھ روح پر

بھی زخم لگتے ہیں۔ جسم کے تو ٹھیک ہو جاتے ہیں مگر روح کے نہیں ہوتے۔ وہ

اس سے بولا کہ میں بھی کتنا ناشکرہ تھا جو گھر میں ایک شریف اور خدمت

گزار بیوی چھوڑ کر دوسری عورت کے پیچھے جاتا تھا۔ اور دوزخ کے رستے پر

چل رہا تھا اور اپنی آخرت کو بھولا ہوا تھا اور اس گناہ میں کوئی حرج نہیں

سمجھتا تھا۔ انسان گناہ کرتا جاتا ہے اور وقت گزرتا جاتا ہے اور موت کے

قریب پہنچ جاتا ہے۔ بعض اوقات تو توبہ کی مہلت بھی نہیں ملتی۔ اور وہ دوسروں کے لیے عبرت کا نشان بن جاتا ہے اور لوگ استغفار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسی موت سے سب کو بچائے اور توبہ کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ وہ اس سے ہاتھ جوڑ کر بولا بس ایک بار مجھے معاف کر دو پھر میں کبھی تم سے زیادتی نہیں کروں گا اگر تم مجھے معاف نہیں کرو گی تو اللہ تعالیٰ بھی مجھے معافی نہیں دیں گے۔ رضیہ نے روتے ہوئے کہا کہ میں نے اپ کو معاف کیا آپ بھی مجھ سے کوئی جانے انجانے کوئی بھول ہوئی ہے تو معاف کر دینا۔ اس نے کہا پگلی تو نے کیا گناہ کیے۔ میں اب کام بھی کروں گا اور اپنی محنت کی کمائی تمہیں کھلاوں گا۔ اللہ پاک مجھے معاف کرے۔ رضیہ بولی اچھا بس بہت رو لیے اب بس کریں اور کھانا کھالیں۔ میں نے بھی نہیں کھایا۔ اتنے میں علی نے دروازہ کھٹکھٹایا اور اندر آگیا۔ رضیہ بولی میں کھانا لے آوں پھر دوائی بھی کھانی ہے۔ علی نے دیکھا رجو آپی مطمئن لگ رہی تھی۔ پھر شکور

علی سے بھی وعدے کرنے لگ کہ وہ اب کام کرے گا۔ علی نے تسلی دی۔ شکور کی باتیں سن کر سب نے سکھ کا سانس لیا اور کھانے کے لیے راضی ہو گئے۔

شکور کی اس واقع کے بعد طبیعت خراب رہنے لگی۔ لالہ جی اور تمام گھر والوں سے معافی مانگ لی تھی۔ اس کی طبیعت دن بدن بگڑتی جا رہی تھی۔ سب گھر والے اس کی طرف سے پریشان رہنے لگے تھے۔ علی اس کی دلجوئی میں کوئی کسر نہ چھوڑتا۔ بیوی خدمت کے ساتھ ساتھ روتی اور اسے تسلیاں دیتی رہتی۔ وہ کہتا اس وقت میری غیرت جاگی ہے جب اب صحت ہی نہیں رہی۔ اب بھائی مجھے خرچہ دیتے ہیں دوائیاں لا کر دیتے ہیں۔ میری ضرورت کا سامان لا کر دیتے ہیں تو مجھے بڑی شرم آتی ہے۔ تمہیں جب وہ پیسے دیتے ہیں کاش میں نے تمھارے لیے کچھ کیا ہوتا۔ اگر مجھے کچھ ہو گیا تو تمھارا کیا بنے گا۔ وہ تسلیاں دیتی۔ اور رونے لگتی۔ وہ اسے کہتا تم ہر وقت پریشان

رہتی ہو۔ اپنی کیا حالت بنالی ہے۔ تم بھی مسز ملک کی طرح بن سنور کر رہا کرو۔ وہ دیکھو نا ہر روز پارلر جاتی ہیں۔

مسز ملک جو شکور کی خیریت دریافت کرنے آئی تو دروازے پر پہنچ کر اس نے ان کی گفتگو سن لی اور رضیہ کو بدلنے کا عہد کر لیا۔

رضیہ کو مسز ملک منا کر سب کے زور دینے پر پارلر لے گئی۔ وہ پارلر میں ہر چیز میں نہ نہ کرتی رہی مگر مسز ملک نے اس کی ایک نہ چلنے دی۔ پھر اس کو مارکیٹ لے گئی اور اس کے لیے چند جدید ڈریسز بھی خریدے۔ پھر گھر آکر اسے تیار بھی کروایا۔ وہ شرما کر سامنے نہ آے۔ جب سامنے آئی تو وہ نہایت دلکش اور پر کشش لگ رہی تھی۔ شکور تو اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ بولا مرد کتنے پاگل ہوتے ہیں جو باہر کشش تلاش کرتے ہیں اگر وہی اپنی بیوی پر توجہ دیں اور اسے سنورنے کی فرصت فراہم کریں تو باہر دیکھنے کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ مسز ملک اپنے اوپر فخر کر رہی تھیں اور اسے سب کو دیکھاتی پھر

رہی تھیں۔ اور سب سے تعریفیں وصول کر رہی تھیں۔ اتنے میں ملک صاحب ادھر کسی کام سے آئے تو پہچان نہیں پائے وہ سمجھے کوئی مہمان آئی ہے۔ سلام کر کے جانے لگے تو بیوی نے مسکرا کہا ملک صاحب آپ نے شاید پہچانا نہیں یہ اپنی رجو ہے۔ میں اسے ابھی پارلر سے تیار کروا کر لائی ہوں۔ انہوں نے ایک نظر دیکھا اور اچھا ماشاءاللہ کہہ کر تیزی سے چل پڑے۔

اب تو مسز ملک اس کی جان نہ چھوڑتی۔ تھوڑے ہی ٹائم میں اس نے رضیہ کو عادت ڈال دی۔ اب اس میں اعتماد اس وجہ سے بھی بحال ہو چکا تھا کہ شکور اسے ہر وقت ایسا رہنے پر مجبور کرتا اور بھرپور تعریف کرتا۔

مسز فاروقی نے کرن کی ماں سے بھی تعلقات بڑھا لیے تھے اور آنا جانا شروع کر دیا تھا۔

فاروقی صاحب اور لالہ جی کی دوستی اسی طرح قائم تھی۔ بظاہر تو فاروقی صاحب کی فیملی سے بھی اچھے تعلقات استوار ہو چکے تھے۔ علی بھی ڈاکٹر صاحب سب سے نارمل ہو چکا تھا۔ باہر ملتے سلام دعا بھی ہو جاتی۔ اگر کوئی بیمار ہوتا اسی کے کلینک لے کر جاتے۔ ٹیسٹ وغیرہ اسی کے کلینک سے کرواتے۔ لالہ جی جاتے یا ان کے گھر سے کوئی بھی تو ڈاکٹر صاحب بہت پروٹوکول دیتے۔

ان کی بہن جو میکے میں ہی رہتی تھی۔ اس کے سسرال والے امریکی میں مقیم تھے اور وہ ادھر ادھر آتی جاتی رہتی۔ اب وہ روز آتی جاتی۔ بچے اس کے صبا سے خوش ہوتے۔ اس کے بچوں سے سب پیار کرتے۔ ایسے لگتا تھا کہ وہ سب کچھ بھول بھال گئے ہیں۔

ھادی ابھی بھی دبے لفظوں میں احتجاج کرتا رہتا تھا۔ مگر کوئی اس کی بات کو اہمیت نہیں دیتا تھا۔

فاروقی صاحب کی بیوی اور بیٹی آج ایک خاص مشن کے تحت کرن کے گھر جانا چاہتی تھیں۔ ادھر کرن ماں کو دبے لفظوں میں انکار کر رہی تھی۔ فون پر ان کو اطلاع ملی کہ آج وہ لوگ آ رہے ہیں اور رات تک رکنے کا پلان ہے۔ وہ پہلے بھی کرن کی ماں کو کرن کے رشتے کے خلاف بدزن کرتی رہتی تھیں۔ آج وہ آہیں اور کافی جال بننے کے بعد کرن کی ماں کو نیم رضامند کر ہی لیا۔ اور اپنے مشن میں کامیاب ہو کر وہ خوشی خوشی چل پڑیں۔

ان کے جانے کے بعد کرن کے بھائی اور پاپا نے کرن کی ماں کو سمجھانے کی کوشش کی تو الٹا وہ انہیں سمجھانے بیٹھ گئی۔ کہ جب ہماری کرن کو ایک اعلیٰ نسل خاندان اسسٹنٹ پروفیسر شاندار کلینک کا اونر اکلوتا صرف ایک نند وہ بھی باہر ملک رہتی ہے۔ دولت کی ریل پیل اچھی سوسائٹی میں گھر اونچا سٹیٹس۔ اوپر سے اتنے قدردان۔ اس رشتے کو ٹھکرانے کا مطلب ہے اپنے

پاؤں پر خود کلہاڑی مارنا۔ میں تو اب ایسی بے وقوفی کبھی نہیں کروں گی۔ وہ لوگ تو جلد شادی بھی کرنے کو تیار ہیں۔

کرن کے پاپا نے سمجھایا کہ ویسے تو ایک رشتے کے اوپر دوسرا رشتہ بھیجنا بھی گناہ ہے۔ جبکہ وہ لوگ جانتے ہیں کہ ہم نے ھادی کے ساتھ اس کا رشتہ کیا ہوا ہے۔

کرن کی ماں ایکدم غصے سے بولی دفع کریں اس ھادی کے بچے کو۔ کیا ہے اس رشتے میں معمولی تعلیم اور ایک میراثی خاندان کا شہزادہ۔ اس نے طنزیہ انداز سے ہنستے ہوئے کہا۔ ڈاکٹر کے گھر میں چار لوگ ہیں اپنی پرائیویسی رکھتے ہیں۔ میراثی کا خاندان دیکھو۔ ہر ایرے غیرے کو پاس رکھا ہوا ہے۔ ان کے گھر جب جس کا دل چاہتا ہے منہ اٹھا کر چلا جاتا ہے۔ کوئی شعور ہی نہیں ہے ان کو پرائیویسی کا۔ میری بیٹی تو کھپ جاتی اتنے بڑے خاندان میں۔ جہاں کھانا بھی روز گھر میں ہی بنانا پڑتا ہے۔ روٹی بھی گھر میں پکتی

ہے۔اوپر سے وہ ہڈ حرام شکور نہ کام نہ کاج دشمن اناج۔ساری زندگی وہ اور اس کی بیوی بوجھ بنے رہیں گے ساری زندگی بھائی اس کو پالتے ہی رہیں گے۔کسی کو بتاتے ہوئے بھی شرم آتی کہ کس زات اور کس قوم سے تعلق ہے میراثی قوم ہے جی۔مزاق بنوانا ہے اپنے خاندان اور دنیا کے سامنے۔

شوہر نے عاجز اکر کہا بس کردو بیگم خدا کا خوف کھاو۔اج کل کی نسل کو تو دادا پردادا کا نام معلوم نہیں تو قومیں اور زاتیں کون دیکھتا ہے۔اونچی زات کی قوم میں اکثر ظالم اور گھٹیا لوگ رہتے ہیں۔نہ وہ انسان ہوتے ہیں نہ ان کے اندر انسانیت ہوتی ہے۔

اور یہ جن کو زلت امیز لہجے میں مراثی کہہ کر مزاق اڑا رہی ہو۔ان لوگوں کے ساتھ رشتہ قائم کرنا خوش قسمتی ہے۔یہ انسان ہیں اور انسانیت ان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔انہوں نے اپنے گھر کے دروازے ہمیشہ ہر کسی کے لیے کھلے رکھے ہوئے ہیں۔ان کا دل ان کے گھر کی طرح

بڑا ہے۔ خاندان کے ساتھ مل جل کر رہنا ہی زندگی ہے۔ امیر لوگ اکیلے رہ رہ کر ڈپریشن کا شکار رہتے ہیں۔ ڈھیروں دوائیاں کھا کر بھی بیمار رہتے ہیں۔ ہزاروں، لاکھوں روپے علاج پر لگاتے ہیں۔ مگر کسی غریب کو دو وقت کا کھانا نہیں کھلا سکتے تاکہ آخرت سنور سکے۔ بس دنیا سنوارنے میں لگے رہتے ہیں۔ بیوی نے کہا کہ اس وقت مجھے بیٹی کے رشتے کی مجبوری تھی ویسے بھی کرن ھادی سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔ کرن نے دہائی دی کہ ماما ھادی چھوٹا ہے اس لئے۔ ورنہ ڈاکٹر لوگ اچھے لوگ نہیں ہیں۔ ماں نے اسے بری طرح ڈانٹ کر کہا خبردار میں اب اس موقع کو نہیں گنوانا چاہتی۔ تم اگر ھادی سے نہیں کرنا چاہتی تو کون سا رشتہ ملے گا اس سے اچھا۔ کرن کے بھائی نے احتجاج کیا تو اسے وارننگ مل گئی کہ اگر تم نے رکاوٹ ڈالی تو میں صبا سے تمھارا رشتہ ختم کر دوں گی۔ یا کچھ کھا کر مر جاوں گی۔ اس نے سب کو بے بس کر دیا۔

کچھ دن گزرے فاروقی صاحب کے گھر سے مٹھائی ای۔ آجکل فاروقی صاحب بھی کم آنے لگے تھے۔ مٹھائی کا پوچھا تو ملازم نے بتایا کہ ڈاکٹر صاحب کا رشتہ طے ہو گیا ہے۔ لالہ جی اور ان کے گھر والے بہت خوش ہوے۔ فورا لالہ جی نے فاروقی صاحب کو فون کیا تو انہوں نے ڈھٹائی سے بتایا کہا اپنی کرن بیٹی کے ساتھ اس کے بعد بولے زرا میں مصروف ہوں گیسٹ اے ہوئے ہیں مبارک باد دینے۔ اور فون بند کر دیا۔ لالہ جی سکتے کی سی کیفیت میں مبتلا ہو گئے۔ سب گھر والے حیران تھے۔ علی بہت پریشان اور اداس ہو گیا۔ ھادی امارہ کو باہک پر اس کی کوئی ضروری لینے لے کر گیا ہوا تھا۔ ااسی وقت صبا کی ماں کی چیخ سنائی دی سب ادھر بھاگے۔

امارہ بہت ڈر رہی تھی۔ کہ ان دونوں نے جو نکاح کیا ہے وہ گھر والوں کے سامنے کیسے لاہیں گے گھر پہنچے تو عجب منظر تھا۔

ھادی اور امبر نکاح کر کے آے تو امبر ڈر رہی تھی کہ اب کیا ہو گا گھر والوں کو کیا جواب دیں گے۔

امبر اور ھادی میں دوستی بڑھنے لگی۔امبر اکثر ماں سے دبے لفظوں میں کہتی۔موم مجھے علی بلکل بھی پسند نہیں ہے۔مجھے لگتا ہے جیسے وہ ڈیڈ ہے۔ ڈیڈ تو پھر کبھی ہنس تو لیتے ہیں۔وہ تو ہنستا بولتا ہی نہیں ہے۔بچوں کی طرح میرا خیال رکھتا ہے۔رومینٹک کی تو اے بی سی بھی نہیں جانتا۔ایسے بزرگ سوبر نما پارٹنر کے ساتھ میں بورلاھف نہیں گزار سکتی ہوں۔آپ پلیز اس سے میری انگیجمنٹ ختم کر دیں۔میں ایک منٹ بھی اس کے ساتھ خوش نہیں رہ سکتی۔ساری زندگی کیسے گزار سکتی ہوں۔ماں اس کی باتوں کو سنی ان سنی کر دیتی اور دھیان نہ دیتی۔جانتی تھی بچی ہے۔جب شادی ہو گی خود ہی

ٹھیک ہو جائے گی۔ اس کی ماں نے اپنے شوہر کو اس بارے میں کبھی کچھ نہ بتایا۔ اور اس بات کو معمولی لیا۔

امبر نے پہل کی اور ھادی سے اپنے دل کی بات کر دی کہ وہ علی سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔ وہ اس کے آہیڈیل سے بلکل میچ نہیں کرتا۔ اور تم اس پر فٹ آتے ہو اور یہ کہ اس نے اپنی موم کو سب بتا دیا ہے۔ پھر اس نے جھوٹ بولا کہ وہ اس رشتے پر راضی ہیں۔ وہ کافی حیران ہوا وہ تو اسے علی کی امانت سمجھتا تھا اور بھائی کی منگیتر کے ساتھ ایسا تعلق بنانے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ اس نے اسے سمجھانا شروع کر دیا کہ علی بھائی خوبیوں میں مجھ سے بہت زیادہ آگے ہیں۔ وہ مجھ سے زیادہ ہینڈسم ہیں۔ مجھ سے زیادہ تعلیم یافتہ اور سمجھدار ہیں۔ بہت سوبر گریس فل پرسنیلٹی ہیں۔ موقع کی مناسبت سے بات کرنا، فیصلے کرنا اور دوسروں کو ڈیل کرنا ان کے لیے معمولی بات

ہے جبکہ میں سوچتا ہی رہتا ہوں۔ اور انہوں نے تم سے منگنی سے انکار نہیں کیا۔

وہ بولی اس وقت وہ ڈیڈ کے آگے مروت میں آ گئے تھے۔ مجھے فاروقی صاحب کی بیٹی نے بھی بتایا تھا کہ علی کرن کو پسند کرتا ہے وہ تمھیں خوش نہیں رکھے گا۔

ھادی بھی جانتا تھا کہ کافی پہلے صبا ھادی سے لڑ رہی تھی کہ تم اس سے پیار کرتے ہو تو وہ جواب میں چپ ہو گیا تھا تب سے اس نے ان کو نوٹ کرنا شروع کیا تو اسے محسوس ہوتا کہ یہ بات سچ ہے کرن بھی اسے دیکھ کر کھل جاتی۔ تو اس کو یقین ہو گیا۔ پھر کرن کا نکاح ہو گیا تو علی نے ھادی کے خیال کے مطابق کہ اب کرن پرائی ہو چکی ہے۔ دوسرا جاوید صاحب کی آفر قبول کرنے سے ان کی فیملی کو فائدہ مل سکتا تھا اس لیے انہوں نے اسے قبول کر لیا۔ اور اس کے یقین کے مطابق وہ بے شک کرن کو پسند کرتے ہوں وہ

جاوید صاحب سے وعدہ خلافی کبھی نہیں کریں گے اور امبر کو اس کے حق سے کبھی محروم نہیں کریں گے۔ اور اس کے حقوق و فرائض پورے کرنے میں کوتاہی نہیں کریں گے۔ اور کرن کو بھی ہمیشہ میری امانت سمجھیں گے مجھے اپنے بھائی پر اندھا اعتماد ہے۔

امبر اس کو سمجھانے لگی کہ دیکھو ھادی میں اور تم اتیج فیلو ہیں۔ ہمارے مزاج بھی آپس میں ملتے ہیں۔ ہم میں انڈر سٹینڈ نگ ہے۔ کرن اور علی ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں اور اتیج فیلو بھی ہیں۔ دونوں ہم مزاج ہیں تو اس لیے اب ہم خود ہی اس رشتے کو چینج کر کے سب کے حق میں بہتری لا سکتے ہیں۔ علی کے دل کی مراد بھی بھر آئے گی اور کرن بھی خوش ہو جائے گی۔ اگر ہم گھر والوں سے کہیں گے تو وہ کبھی نہیں مانیں گے اور جب ہم نکاح کر لیں گے تو سب کو سمجھ اجاے گی کہ یہی سب کے حق میں بہتر تھا پلیز مان جاو جلدی۔ ورنہ ڈیڈ روز میری شادی کا ٹاپک لیے بیٹھے ہوتے ہیں۔

اچانک وہ شادی فکس کر دیں گے اور چار انسان ساری زندگی روتے رہیں گے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ تمھارا بھائی دکھی زندگی گزارے۔ مجھ میں تو وہ سلیقہ اور خوبیاں بھی نہیں ہیں جو کرن میں موجود ہیں بڑی بہو ہونے کے ناطے کرن ہی اس گھر کو سوٹ کرتی ہے۔ میں تو بھلکڑ ہوں۔ اگر تم بھائی کی بہتری چاہتے ہو تو پلیز جلدی سے مان جاو۔ اگر بڑوں نے شادی کی ڈیٹ فکس کر دی تو پھر ان کو اس بات کے لئے منانا مشکل بلکہ ناممکن ہو جائے گا۔ وہ اسے اپنی بے عزتی تصور کریں گے اور کبھی نہیں مانیں گے۔

ھادی نیم رضامند ہوتے ہوئے بولا۔ مگر گواہ کہاں سے لائیں گے۔ وہ خوش ہوتے ہوئے تیزی سے بولی اس کی تم فکر نہ کرو وہ فاروقی صاحب کی بیٹی ہے ناوہ سب کر دے گی۔ مگر وہ کیوں کرے گی وہ حیران ہوتے ہوئے بولا۔ وہ سر جھکائے ہوئے قدرے شرمندہ سی بولی۔ دراصل وہ میری دوست ہیں۔

مگر وہ تو تم سے بڑی ہیں۔

وہ بولی وہ کہتی ہیں کہ دوستی میں عمر کی کوئی قید نہیں۔ تمھاری دوستی کب اور کیسے ہوئی۔ وہ میں سب بعد میں بتاؤں گی پہلے ہم پلان کے مطابق کل نکاح کریں گے۔ میں مسز فاروقی کی بیٹی کو فون کر دوں گی وہ گواہ کا ارینج کر دیں گی انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ جب بھی اپنے پیار کو پانے کے لئے ان کی ضرورت ہوئی تو وہ ان کو بتاے وہ سب ارینج کر دیں گی۔ اس نے اسے اتنا منایا اتنے پیار سے لبھایا اور روتے ہوئے بولی میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں میں تمھارے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اگر زبردستی میری شادی علی سے کی گئی تو میری موت کے زمہ دار تم ہو گے۔ میں شادی والے دن کچھ کھا کر مر جاوں گی۔ پھر روتے رہنا۔ مجھ جیسی پیار کرنے والی نہیں ملے گی۔ اور تمھارے اور میرے والدین کی بدنامی کا باعث بنے گی۔ اگر ہم نکاح کر لیتے ہیں تو گھر والے دنیا والوں کے سامنے سنبھال لیں گے اور پھر ہم بھی خوشیوں بھری زندگی گزاریں گے اور علی اور کرن کی زندگی میں بھی بہار اجاے گی۔ اس

طرح وہ مجبور ہو گیا۔اور بھائی کی خوشی کے لیے بھی مان گیا اور اس کے مرنے والی دھمکی سے بھی ڈر گیا۔جس طرح کی وہ جزباتی تھی اس سے کچھ بعید نہیں تھا کہ وہ ایسے کر گزرے گی۔

وہ اکثر اپنی کوئی نہ کوئی شاپنگ کے لیے ھادی کے ساتھ بائک پر جاتی رہتی تھی۔اسے بائک پر جانا اچھا لگتا تھا ایک تو اسے رومینٹک لگتا۔دوسرے وہ اکیلی اس کے ساتھ جاسکتی تھی۔

اب رات کو اس نے فاروقی صاحب کی بیٹی کو خفیہ فون کیا ھادی سے بھی بات کروائی۔

فاروقی صاحب کی بیٹی نے بھی وہی باتیں سمجھائیں جو امبر نے اس کو سمجھائیں تھیں۔اس نے بھرپور تعاون اور مدد کا وعدہ کیا۔

پلان کے مطابق ان کا نکاح ہو گیا۔فاروقی صاحب بھی موجود تھے اور تسلی دے رہے تھے کہ وہ لالہ جی کو منالیں گے۔لالہ جی مانے تو سمجھو سب

مانے۔ ھادی کو فاروقی صاحب کی وجہ سے حوصلہ پیدا ہو گیا اور وہ اس کام کو آسان سمجھتے ہوئے عمل کر بیٹھا۔ فاروقی صاحب کی فیملی تو مبارک باد دے کر چلتی بنی کہ جب ضرورت ہو گی ہمیں بلا لینا۔ اور وہ چلے گئے۔ جبکہ ھادی اور امبر سمجھ رہے تھے کہ وہ ان کے ساتھ ان کے گھر جائیں گے اور لالہ جی کو بتانے میں مدد کریں گے مگر وہ کوئی بہت ضروری مصروفیت کا بتا کر کہ ڈاکٹر صاحب کی آج منگنی ہے اور وقت نہیں ہے پھر بھی وقت نکال کر آگے ہیں

ادی امبر کو کوس رہا تھا کہ تمھیں ہی جلدی تھی نکاح کی۔ اب فاروقی صاحب گولی کرا گے ہیں۔ اب ہم گھر کیسے بتائیں گے اور نہ جانے ان کا کیا رد عمل ہو گا۔

امبر بولی تم تو ویسے ہی ڈر رہے ہو۔ کیا ہو گا سب حیران ہوں گے۔ پھر میرے ڈیڈ خوش ہو کر مجھے گلے لگائیں گے پھر داماد کی حیثیت سے تمھیں

بھی گلے لگا کر تھپکی دیں گے اور لالہ جی سے بولیں گے دیکھا ہم سے تو زیادہ ہمارے بچے عقل مند ہیں انہوں نے درست فیصلہ کیا ہے۔ علی اور کرن تو ہمارے آگے oblige ہوں گے اور شکریہ ادا کریں گے اور سب بہت خوش ہوں گے ڈیڈ اور لالہ جی مٹھائی منگوا کر پوری سوسائٹی میں بانٹیں گے۔ اور پھر ہماری شادی ہو گی اور خوشیاں ہوں گی۔ موم ڈیڈ میری پسند سے شاپنگ کرواہیں گے۔ ہنی مون کے لیے دیکھنا ڈیڈ یورپ کے وزٹ پر بھیجیں گے اور ہم ڈھیر ساری شاپنگ کریں گے۔

ھادی اپنی سوچوں میں کھویا ہوا تھا۔ اسے فاروقی صاحب کی سازش سمجھ آچکی تھی وہ لوگ آستین کا سانپ تھے۔ وہ دل میں اپنے آپ کو کوسنے لگا کہ خاہ مخواہ اس بے وقوف لڑکی کی باتوں میں آکر اتنا بڑا قدم اٹھالیا۔ وہ سب وہ فاروقی صاحب کی فیملی کی ملی بھگت تھی۔ کیسے نکاح کے بعد وہ خوش خوش ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکرا کر اشارے کر رہے تھے۔ اسی لیے

امبر ہر وقت فاروقی صاحب کی بیٹی کے ساتھ بیٹھی ہوتی تھی۔ وہ اس کو junk food لا لا کر دیتی تھی جو امبر کو بہت پسند تھے۔ کیونکہ ان کے گھر میں روز گھر کا کھانا پکتا تھا۔ اسے علی سے شرمندگی محسوس ہو رہی تھی۔ یہ سب اس نے اپنی خوشی سے زیادہ علی کی خوشی کے لیے کیا تھا کاش وہ بھائی سے مشورہ کر لیتا کہ اس کو ساتھ ملا لیتا۔ اس کی اچھی نیت پر کون اعتبار کرے گا۔ امبر کیا کچھ بولتی رہی اسے کچھ دھیان نہ تھا جب وہ لاگ گھر پہنچے تو قیامت کا منظر تھا اس کا بھائی شکور اس دنیا سے جا چکا تھا۔ نکاح کی تو ہوش ہی نہ رہی۔ وہ دھاڑیں مار مار علی سے لپٹ گیا۔ کرن لوگ بھی آ چکے تھے۔ سب رو رہے تھے۔

لالہ جی کو فاروقی صاحب زوردار طریقے سے تسلیاں دے رہے تھے۔ گھر سے ان کے کھانے پینے کا سامان ارہا تھا وہ علی کے منع کرنے کے باوجود کھانے کا کفن دفن کا انتظام کر رہے تھے۔ سب ان کی دریا دلی پر واہ واہ کر

رہے تھے۔ سوسائٹی والے تعریف کر رہے تھے کہ انہوں نے دوستی کا حق صحیح نبھایا ہے۔ ان کی عورتیں بھی پیش پیش تھیں۔ اور گھر والوں کو خوب دلاسے دے رہی تھیں۔ قرآن خوانی کا اہتمام کیا جا رہا تھا۔ گھر والوں کو اس حادثے کی توقع نہ تھی۔ اچانک ہی اس کا ہارٹ اٹیک ہو گیا تھا۔ رضیہ کی بری حالت تھی۔ مسز ملک اسے بہت سنبھال رہی تھیں۔ اس کو زبردستی کھلاتی پلاتی۔ صبا سے نیند کی گولی لے کر اسے سلا دیتی۔ باقی سب کو بھی تسلیاں دیتی۔ ان کو سمجھاتی۔ ملک جاوید علی کے ماموں، لالہ جی سب سے ہمدردی کا اظہار کرتے۔ قل پر علی نے فاروقی صاحب کو پیار بھری سختی سے کچھ نہ کرنے دیا۔ اور ان کا بہت شکریہ ادا کیا وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے تھپکی دیتے چل پڑے۔ ھادی ان کو دیکھ کر پیچ و تاب کھا رہا تھا۔

وقت مرہم ہے۔ چالیسواں ہو چکا تھا۔ فاروقی صاحب نے کہا کہ ہم نے بیٹے کی شادی کرنی تھی آپ کی وجہ سے ہم نے چالیسواں ہونے تک انتظار کیا۔

ورنہ آجکل لوگ قل کے ساتھ تیسرے دن ہی چالیسواں کر دیتے ہیں۔

ہمارا ایک ہی بیٹا ہے اور ہم نے اس کی شادی دھوم دھام سے کرنی ہے۔ لالہ جی نے موقع پا کر فاروقی صاحب کو گلہ کیا کہ کرن ہمارے ھادی کی منگ تھی۔ آپ کو تو معلوم تھا پھر صبا کی وہ ہونے والی نند ہے۔

اروقی صاحب نے کہا کہ وہ مجبور ہو گئے تھے ایک مجبور والدین کو دیکھ کر۔

جس میں کوئی کمی نہ ہوتے ہوئے منگنی تو منگنی نکاح بھی ٹوٹ جاتے ہیں۔

ادھر سے ہمارا شہزادہ ھادی جس نے ساری حدیں پار کر دیں۔ اس نے علی کی منگیتر سے ناجائز تعلق قائم کر لیا۔

لالہ جی بے یقینی والے انداز میں دکھ سے چور لہجے میں بولے۔ آپ کیا فرما رہے ہیں۔

فاروقی صاحب نے کہا جو بھی کہہ رہا ہے سچ کہہ رہا ہوں۔ میری بیٹی نے ہم سب سے درخواست کی کہ ان دونوں کا نکاح اپنی نگرانی میں پڑھا کر لالہ جی

ان کو معاف کرنے کی درخواست کریں گے۔ ان دونوں نے گھر سے بھاگنے کا پلان بنایا ہوا تھا اور شرط رکھی کہ آپ ہمارا نکاح پڑھوا کر لالہ جی سے معافی دلوائیں گے۔ جس دن نکاح پڑھوا کر آئے اسی دن شکور کی فوتگی ہو گئی۔ اور بات کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اب ہمارے دل میں بھی سو ارمان ہیں کہ اکلوتے بیٹے کی شادی دھوم دھام سے کریں۔ اور آپ لوگوں کے تعاون اور شرکت کی اشد ضرورت ہے۔ اور پلیز ھادی اور امبر بیٹی کو معاف کر دینا۔ اور مجھے اور میری فیملی کو بھی معاف کر دینا۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ ہم نے غلط کیا۔

لالہ جی کے آنسو رواں تھے اور وہ فاروقی صاحب سے بولے آپ نے تو ہماری عزت بچائی ہے۔ آپ نے انہیں نہ روکا ہوتا تو ہم رسوا ہو جاتے۔ آپ کا احسان میں ہمیشہ یاد رکھوں گا۔

اتنے میں ملک جاوید صاحب اندر آے اور فاروقی صاحب سے بولے میں نے آپ لوگوں کی گفتگو سن لی ہے۔ لالہ جی بولے آپ کہیں تو میں ابھی اسے گھر سے نکال دوں۔ وہ بولے نہیں ایسا نہیں کرنا اور فاروقی صاحب کا شکریہ ادا کیا۔ چہرہ ضبط سے سرخ ہو رہا تھا آنکھیں غصے سے شعلہ برسا رہی تھیں۔ لالہ جی باہر آئے اور سامنے سے علی ارہا تھا اس سے ھادی کا پوچھا علی ان کی شکل دیکھ کر پریشان ہو گیا۔ اتنے میں جاوید صاحب آے۔ اپنی بیٹی اور بیوی کا پوچھا۔ علی کی مامی بولی وہ پارلر گئی ہیں۔ وہ بے چینی سے ٹہلنے لگے۔ لالہ جی زور زور سے ھادی کو آوازیں دینے لگے۔ سارا گھر ان کے شور سے جمع ہو گیا۔ جوں ہی ھادی ایا لالہ جی اس کی درگت بنانی شروع کر دی۔ ساتھ ساتھ اس کو کوستے جاتے۔ چیختے چلاتے اسے کہتے تجھ جیسے بے غیرت کو تو گھر میں ایک منٹ نہیں رکھنا چاہیے۔ جس کو نہ اپنی نہ ہی خاندان کی نہ

ہی بھائی کی عزت کا خیال آیا۔ بھائی ہو کر بھائی کے حق پر ڈاکہ ڈالتا ہے

بے شرم۔ سب چھڑوانے کی کوشش کر رہے تھے۔

ھادی کچھ کہنے کی کوشش کرتا مگر اس کی سن ہی نہیں رہے تھے لالہ جی۔

ملک صاحب دور کھڑے خاموشی سے تماشا دیکھ رہے تھے۔ علی اور اس کے

ماموں نے بڑی مشکل سے چھڑوایا۔ لالہ جی کو ماموں نے پانی دیا۔

سب ھادی کے گرد کھڑے تھے حقیقت سب پر آشکار ہو چکی تھی۔ سب

حیران تھے۔ اس سے پوچھ رہے تھے کہ کیا ہوا اور ایسا کیوں کیا اس نے

روتے ہوئے ساری حقیقت بتادی۔ سب کو یقین آگیا کہ یہ فاروقی اور اس

کی فیملی کی سازش ہے۔ انہوں نے اپنی بے عزتی کا بدلہ لیا ہے۔ سب ھادی

کو سنا رہے تھے کہ آخر ہمیں تو بتا دیتے۔ وہ لوگ فاروقی اور اس کی فیملی کو

کوس رہے تھے۔ اب سوچ رہے تھے کہ مسز جاوید کو کیسے بتائیں گے۔ وہ

ابھی تک پارلر سے واپس نہیں آئیں تھیں۔ سب گھر والے پریشان تھے۔

ھادی نے اٹھ کر علی سے سوری بولا کہ میری نیت بری نہ تھی میں آپ کی شادی کرن سے کروانا چاہتا تھا۔ ورنہ میں اپنی ہونے والی بھابی کے ساتھ کوئی غلط بات سوچ بھی نہیں سکتا۔ نہ وہ آپ کے ساتھ خوش تھی نہ میں کرن کے ساتھ۔ بس صرف اس لئے۔ پلیز مجھے معاف کر دیں۔ کاش میں گھر والوں کو بتا دیتا تو وہ اس بے وقوف لڑکی کو سمجھا دیتے۔ علی نے بڑھ کر اسے گلے لگا لیا اور کہا کہ مجھے خود سے بھی بڑھ کر تم پر یقین ہے۔ تم کاش صرف مجھے ہی بتا دیتے تو میں خود ملک صاحب سے بات کر کے اس بات کو سنبھال لیتا۔ واقعی دشمن سے کبھی غافل نہیں رہنا چاہیے۔ وہ موقع کی تلاش میں رہتے ہیں اور موقع ملتے ہی وار کر دیتے ہیں۔ مجھے تم پر یقین ہے اب کسی طرح جاوید صاحب کو راضی کرنا ہے۔ اور ساری بات سمجھانی ہے۔ پھر لالہ جی خود ہی ٹھیک ہو جائیں گے۔ سب نے سوچا اب فاروقی کی فیملی سے دور رہنا ہے اور تعلق ختم کرنا ہے اور محتاط رہنا ہے۔

امبر اور اس کی ماں فاروقی کی بیٹی کے ساتھ پارلر گئی تھیں۔ وہ واپس آئیں تو ہنگامہ سرد پڑ چکا تھا۔

مبر جوں ہی آئی اور آ کر باپ کے گلے لگ کر بولی ڈیڈ دیکھیں میں نے بالوں کی نیو کٹنگ کرائی ہے کیسی لگ رہی ہوں۔ اس نے اسے ایک زوردار تھپڑ رسید کیا۔ وہ حیران ہوتی دور جا کر گری۔ بیوی کے ہاتھ سے پرس گر گیا اور وہ ساکت رہ گئی۔ پھر اس گری ہوئی کو جھک کر مارنے لگا لاتوں مکوں کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ علی ماموں اور ھادی بھی اگیا۔ ھادی چیخ کر بولا چھوڑ دیں اس کا قصور نہیں ہے۔ مگر اس نے ھادی کی بھی پٹائی شروع کر دی۔

لالہ جی دور کھڑے افسوس کر رہے تھے۔ علی نے ھادی کو نہ بچایا جبکہ ماموں آگے ہو کر بچاتا رہا۔ اتنے میں علی کی ماں اکر روتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگنے لگی۔ تو اس نے شرمندہ ہو کر چھوڑ دیا اور ان کے ہاتھ پکڑ کر بولا بی بی جی میں اپنی بیٹی کے اس عمل سے آپ لوگوں سے سخت شرمندہ ہوں۔

پھر وہ بیوی کی طرف بڑھا اور اسے ایک زوردار تھپڑ رسید کرتے ہوئے بولا تمہیں ہر وقت فیشن کی پڑی رہتی ہے۔ بیٹی کی تربیت کا ہوش نہیں۔ کہ جس گھر میں بیٹی کا رشتہ کیا ہے اس گھر کے طور طریقے اور گھرداری سکھاوں۔ نہ ساری زندگی خود گھرداری کی طرف توجہ دی نہ بیٹی کو سکھائی۔ جیسی خود فیشن کی دلدادہ گھومنے پھرنے اور شاپنگ کی شوقین۔ پارلر سے بن سنور کر آیا اور کھانا آرڈر کر دیا۔ وہ رونے لگی تو امبر ماں کے پاس آئی اور گلے لگانے لگی ماں نے اس کا ہاتھ جھٹکا دفع ہو جاو میری نظروں سے۔ آج تمھاری وجہ سے میرے شوہر نے مجھے ڈانٹا اور ہاتھ اٹھایا۔

مبر نے ھادی کو دیکھ کر کہا ھادی پلیز سب کو بتادو تم مجھے پسند کرتے ہو اور علی کرن کو۔ اتنے میں جاوید صاحب اکر ھادی کو مارنے لگے۔ امبر چیختی ہوئی آگے بڑھی تو باپ نے اسے دھکا دیا اور اگے بڑھ گیا۔

گھر کا ماحول کشیدہ رہنے لگا تھا ہر کوئی خاموش اور اداس رہتا۔ ھادی کی شوخیاں ختم ہو گئی تھی وہ علی کی طرح سنجیدہ رہنے لگا تھا۔ لالہ جی، جاوید صاحب اور ان کی بیوی ھادی سے بات نہ کرتے۔ وہ اب امبر سے بات چیت تو کیا اس کی طرف دیکھتا بھی نہ تھا۔ صبا نے علی سے کہا تھا کہ سب کچھ وقت پر چھوڑ دو۔ نادانی میں غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ صبا سب کو سنبھال رہی تھی۔ مسز جاوید بیمار رہنے لگی تھی۔ صبا ان کا علاج کر رہی تھی۔ اس کی ماں روتی کہ میری بیٹی جوانی میں بیوہ ہو گئ اس کا کیا ہو گا علی بہت تسلی دیتا۔ ماں بیٹے کی موت پر روتی رہتی۔

لالہ جی اور جاوید صاحب اکٹھے بیٹھتے۔ لالہ جی بار بار بیٹے کی غلطی کی معزرت کرتے تو جاوید صاحب کہتے میری بیٹی کا قصور ہے وہ آپ کی بہو بننے کے لائق نہ تھی۔ ھادی سن کر شرمندہ ہوتا کہ ان کی نادانی سے ان کے والدین دنیا سے شرمندہ ہو رہے ہیں

جاوید صاحب نے کہا کہ رضیہ بی بی کی شادی کر دیں ابھی وہ جوان ہیں اور اکیلے کیسے اتنی لمبی زندگی گزاریں گے

لالہ جی بولے بلکل ٹھیک کہا آپ نے۔ میرا اس بات کی طرف دھیان ہی نہ تھا۔ بس عدت ختم ہو تو میں صبا، ھادی اور علی کی رضیہ سے کر دوں گا۔

جاوید صاحب چونکے رضیہ سے۔ ہاں رضیہ سے انھوں نے وثوق سے جواب دیا۔

گھر میں لالہ جی نے فیصلہ دے دیا کہ علی اور رضیہ کی شادی طے ہو گی ہے۔

سب سن کر ششدرہ گئے۔ علی بولا رضیہ بھابی کو بھابی نہیں ہمیشہ ماں کا درجہ دیتا رہا ہوں۔ میں کیسے کر سکتا ہوں۔ ادھر رضیہ نے رو رو کر دہائی دی کہ وہ اسے ہمیشہ سے چھوٹا بھائی نہیں بیٹا سمجھتی ہے۔ وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکتی۔

اس نے ماں باپ سے التجا کی۔ مگر لالہ جی کے فیصلے کے آگے کوئی دم نہیں مار سکتا تھا۔ انہوں نے شادی کی تیاریوں کا حکم دے دیا۔

رضیہ کے والدین کی تو جیسے دلی مراد بھر آئی تھی۔ وہ توصب کی علی سے کرنا چاہتے تھے مگر صبا نے صاف منع کر دیا تھا کہ اس کا کوئی بھائی نہیں ہے اور وہ اسے بھائی سمجھتی ہے۔ کیونکہ علی میں جو خوبیاں تھیں وہ کسی اور میں نہ تھیں وہ سگریٹ تک نہیں تھا پیتا۔ رعب دار اور ہینڈسم تھا۔ سمجھدار اور بڑوں کی عزت کرنے والا، سب کی زمہ داری اٹھانے والا۔ بھلا ایسا داماد کون نہ چاہے گا۔

جاوید صاحب آجکل اپنا گھر ڈھونڈ رہے تھے اور اسی سوسائٹی میں واکنگ ڈسٹنٹ پر ان کو خوبصورت اور اچھا گھر مل گیا۔ جو لالہ جی کے گھر سے چھوٹا تھا۔ مگر وہ کہتے ہماری شارٹ فیملی کے لیے کافی ہے۔ وہ بیٹی کو نیے گھر سے رخصت کرنا چاہتے تھے

ھادی نے سموکنگ شروع کر دی تھی سب گھر والوں کو پتا چل چکا تھا۔ زیادہ تر کمرے میں رہتا لیٹا رہتا۔ اپنے آپ کو مجرم تصور کرتا۔ اس نے تو علی اور

کرن کو ملانا چاہا تھا۔ مگر ادھر تو معاملہ ہی اور ہو گیا تھا علی اور رضیہ کی شادی

اف۔ اس نے کرن کی شادی ڈاکٹر سے رکوانے کے لیے ڈاکٹر کے کلینک

بھی گیا تھا کہ کرن اور علی ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔

جب ڈاکٹر نے سنا تو بولا مجھے پتا ہے کوئی نئی بات بتاو اور مجھے اس سے کوئی

فرق نہیں پڑتا۔ کرن اور صبا دونوں ایسی لڑکیاں ہیں جو جس کی قسمت میں

ہوں گی وہ خوش قسمت ہو گا۔ کیونکہ یہ دونوں رشتوں کی اہمیت کو سمجھتی

ہیں۔ جو ان کا شوہر ہو گا چاہے وہ پہلے کتنا ہی ناپسندیدہ ہو مگر شادی کے

بندھن میں بندھ جانے کے بعد ان کے لیے جینا مرنا صرف شوہر کے لیے

ہو گا پہلے اس فضول زات پات کے چکر میں صبا جیسے ہیرے کو میں نے کھو

دیا۔ میرے گھر والوں کو لاکھ تلاش کے باوجود صبا جیسی لڑکی نہ مل سکی۔

اسے تو ہم لوگ نہ پاسکتے ہیں مگر اب کرن کے لیے بھی بڑے پاپڑ بیلنے پڑے

ہیں۔ شکر ہے اب کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ ویسے تم سناؤ تم نے بھی تو کافی

اونچا ہاتھ مارا ہے واہ لڑکی چلوان میچور ہے۔تب ہی علی جیسے خوبیوں کے مجسمے کو چھوڑ کر تمھارے ساتھ اپنی قسمت پھوڑلی۔ھادی بولا الحمدللہ مجھے اس کا بھائی ہونے پہ فخر ہے۔ہاں آپ کرن کی قسمت پھوڑنے پر تلے ہوئے ہیں۔ہاں اس کی تو پھوٹے گی میری سنور جائے گی۔

ھادی نے روتے ہوئے منت کرتے ہوئے کہا کہ آپ لوگوں نے میرا اور امبر کا نکاح کرواکر انتقام پورا کرلیا ہے۔

وہ قہقہہ مار کر ہنستے ہوئے بولا ویسے اس کے بعد ڈرامہ بڑا زبردست لگا ہمارے گھر تک آوازیں آرہی تھیں۔ھادی نے کہا کہ آپ مجھے مارلیں جتنا چاہے مگر میرے بھائی کی خوشیاں لٹادیں۔میں ساری دولت بھی دینے کو تیار ہوں۔وہ بولا کاکے ہم جسمانی مار نہیں مارتے عقل کی مار مارتے ہیں۔تم شریف لوگ بہت جلد ہماری میٹھی باتوں میں آکر اعتبار کرلیتے ہو۔لالہ جی جیسے سیانے بندے جاوید صاحب جیسے شریف لوگ کیسے میرے ڈیڈ کی

باتوں میں آ گئے ہیں اور oblige رہتے ہیں۔ مانتا ہوں تم لوگوں کے پاس کافی دولت کی ریل پیل ہے۔ تو دولت کی آفر کسی غریب کو کرنا۔ مجھ پر اثر نہیں ہونے والا۔ جاو اپنا اور میرا وقت برباد نہ کرو ابھی میں نے شادی کی شاپنگ کے لیے بھی جانا ہے۔ ہاں ایک شرط پر تمھاری بات مانی جا سکتی ہے۔ ھادی جلدی سے بولا جلدی بتاو۔ وہ بولا کہ مجھے ابھی بھی صبا پسند ہے کرن کی جگہ صبا سے شادی کروا دو تو۔ ھادی خاموشی سے چلا گیا۔

علی نے کرن کو پہلی بار فون کیا تو وہ کافی حیران ہوئی۔ اس نے پوچھا خیریت ہے نا۔ تو وہ بولا دیکھو زیادہ باتیں نہیں آتی مگر اج میں بتانا چاہتا ہوں کہ بس مجھے تمھاری فکر رہتی ہے وہ خوشی سے مسکرانے لگی۔ وہ بولا پلیز میری بات کا ماہنڈ نہ کرنا۔ تم ڈاکٹر سے شادی نہ کرو وہ اچھا انسان نہیں ہے اس کے نرسوں سے بھی افیر تھے۔ وہ بولی تو اس سے شادی نہ کروں تو کس سے کروں۔ آپ کی بھی تو رجو آپی سے شادی طے ہو گی ہے۔ آپ روک سکتے

ہیں تو میں کیسے روکوں۔ ماما نے نیند کی چند گولیاں نگل لی تھیں بڑی مشکل سے مرتے مرتے بچی ہیں۔ وہ روتے ہوئے بولی میری قسمت ہی ایسی ہے۔ ماما میری شادی ڈاکٹر سے ہی کروا کر دم لیں گی۔ پاپا، بھائی سب سمجھا کر تھک گئے اور وہ بات بات پر چھری اٹھا لیتی ہیں۔ ہم سب بے بس ہیں۔ ادھر سے وہ لوگ بھی شادی کی جلدی ڈال رہے ہیں۔ علی نے کہا اچھا اور جھٹ سے فون بند کر دیا۔

ھادی نے سنا کہ اس کے نرسوں سے بھی افیر تھے تو اس کی حقیقت جاننے کے لیے کوشش شروع کر دی۔

ھادی مایوس ہو کر ہر وقت کمرے میں لیٹا رہتا تھا تو صبا نے ہوش دلایا کہ اٹھو اور سچائی کو face کرو۔ اپنے آپ کو ضائع مت کرو امبر اب تمھاری زمہ داری ہے۔ علی کے لیے کوشش کرو۔ کرن کو ڈاکٹر سے بچاو۔ ورنہ لالہ جی

علی اور رجو آپی کی اموشنل کر کے شادی کروادیں گے۔تب ھادی نے مشن بنالیا۔

مسز جاوید کی طبیعت زیادہ خراب تھی۔صبا کے سمجھانے پر وہ ان سے معافی مانگنے اور خیریت دریافت کرنے گیا تو وہ بیٹی کو ڈانٹ رہی تھی۔وہ وہیں رک گیا۔وہ اسے کہہ رہی تھی کہ بے وقوف لڑکی تم نے ھادی میں کیا دیکھا نہ وہ علی کی طرح زیادہ پڑھا ہوا ہے۔

ہم نے بہت اچھا لڑکا تمھارے لئے چنا تھا جو خوبیوں کا مجموعہ ہے۔جو بھی اس کی بیوی بنے گی لکی ہو گی۔مگر تم نے خود قسمت پھوڑلی۔جس طرح صبا اور اس کی بہن میں زمین آسمان کا فرق ہے۔اسی طرح ھادی اور علی میں فرق ہے۔میں نے تمھارے ڈیڈ کو کبھی نہیں بتایا کہ ضروری نہ سمجھا۔

تمھاری وجہ سے میرا شوہر مجھ سے ناراض ہے۔اور پہلی بار اس نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا ہے اور میں ان سے شرمندہ ہوں۔انہوں نے مجھے پھولوں کی

طرح رکھا۔ اور اب وہ مجھ سے بد ظن ہو گئے ہیں۔ اپنے ڈیڈ کو راضی کرو۔ میں تو ماں ہوں نا۔ کاش وہ بھی مجھے تمہاری ماں سمجھیں۔ وہ مجھ سے اس لئے بھی خوش تھے کہ تمہاری پیدائش پر تمہاری ماں مر گئی اور میرے یہ چچا کے بیٹے تھے میں نے تمہیں سنبھالنا شروع کر دیا۔ میں بیوہ تھی عمر میں ان سے بڑی تھی تمھیں سنبھالنے والا کوئی نہ تھا میری اولاد نہ تھی۔ انہیں بچی کے لئے کسی کی ضرورت تھی اور میں تم سے اور تم مجھ سے مانوس تھی۔ سب کے احساس دلانے پر کہ تم جو بچی سے اتنا پیار کرتے ہو اس کو پالنے کے لیے مجھ سے بہتر کوئی نہیں۔ اس طرح انہوں نے مجھ سے شادی کر لی۔ اور میں نے تمہیں ماں کی کمی محسوس نہیں ہونے دی۔ اب کہتے ہیں کہ تم اس کی ماں نہ بن سکی۔ اس کی تربیت نہ کر سکی۔ میں نے آج دن تک تمہیں کبھی نہیں ڈانٹا کہ ان کا سختی سے حکم تھا کہ تم جو مرضی کرو میں کبھی ڈانٹ نہیں سکتی۔ پانی بھی پینا ہو تو تم لا کر دو۔ امبر دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔ سب گھبراتے

ہوئے دوڑے آے۔ تب سب پر حقیقت کھلی۔ جاوید صاحب کو علی نے سمجھایا کہ بچی کو ماں سے بد ظن نہ کرو۔ اس طرح وہ زہنی مریض بن جائے گی۔

علی کے کہنے پر اس نے کہا کہ وہ ملک جاوید کو تمام حالات میسج کر دے ویسے تو شاید پوری بات سنیں بھی نا۔ اور لالہ جی کو بھی اور ساس کو بھی۔ اس نے سب کو فارورڈ کر دیے۔ علی، صبا اور کرن کو بھی کر دیا۔ جاوید صاحب پر جب فاروقی کی حقیقت آشکار ہوئی تو وہ میسج پڑھ کر نرم پڑ گئے۔ اور ھادی کو کمرے میں بلایا۔ علی اور صبا خوش ہوے۔ لالہ جی نے میسج نہ پڑھا غصے سے بولے غلط کام کر کے اب معافی مانگ رہا ہے علی نے کہا کہ وہ ابھی بلا لاتا ہے مگر وہ بولے آیا تو میں اس کی ٹانگیں توڑ دوں گا۔

جاوید صاحب نے اس سے زبانی ساری تفصیل پوچھی۔ ھادی نے معافی مانگ لی اور انہوں نے معاف کر دیا اور وعدہ لیا کہ میری بیٹی نادان اور بے وقوف

ہے۔اس سے زیادہ امید نہ رکھنا ورنہ دکھی رہو گے۔اس گھر کے ماحول میں رہے گی تو آہستہ آہستہ سیکھ جاے گی۔

ھادی نے وعدہ کیا کہ وہ اس کو خوش رکھنے کی کوشش کرے گا۔

فاروقی کے گھر سے ڈھولک بجنے کی آوازیں ارہی تھیں۔فاروقی آیا اور لالہ جی کو گلہ کرنے لگا کہ آپ سب ابھی تک نہیں آے۔تو لالہ جی نے سب کو آرڈر کر دیا کہ سب گھر والوں نے جانا ہے۔جس کو میری بات کی لاج رکھنی ہے وہ ضرور جاے گا۔بی بی جی نے سب کو تیار ہونے کا کہہ دیا۔لالہ جی نے کہا کہ پتہ چلے کہ شادی پر جا رہے ہو۔مجبوراًانہیں تیار ہو کر جانا پڑا۔چلتے وقت وہ علی کے کمرے میں گی تو وہ لاہٹ بند کر کے رو رہا تھا۔ھادی اس کے ساتھ آیا اور بولا کہ وہ آخری دن تک کوشش کرے گا علی مایوسی سے بولا اب کوئی اس نہیں بچی۔صبا نے ھادی کو اشارے سے بلایا اور اس سے کہا کہ

وہ علی کے لیے کچھ کرنا چاہتی ہے وہ بولی تم ڈاکٹر کو فون لگاو۔ وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے نا تو میں اس شرط پر اس سے شادی پر تیار ہوں کہ وہ کرن کا نکاح علی سے کروائے۔ ھادی بولا تم پاگل ہو۔ وہ بولی اور کوئی راستہ نہیں اس شادی کو روکنے کا۔ اس سے شرط رکھنی ہے کہ نکاح کورٹ میں ہو گا۔ دونوں نکاح ایک ہی وقت میں ہوں گے۔ ھادی نے کہا کہ طیب۔ کیا کرن طیب سے رشتہ توڑ کر اس شرط پر مان جائے گی۔ اس سلسلے میں طیب کو بہن کا گھر بسانے کے لیے منانا ہو گا امید ہے مان جائے گا۔ ھادی نے کچھ سوچا اور اس بات میں اس کا ساتھ دینے پر راضی ہو گیا۔

صبا آج سمپل تیار ہو کر بھی غضب ڈھا رہی تھی۔ شادی والے گھر سب اس کی تعریف کر رہے تھے۔ صبا موقع کی تلاش میں تھی کہ کسی طرح ڈاکٹر صاحب سے ملاقات ہو جائے۔

ھادی نے ڈاکٹر سے کہا کہ اسے صبا والی شرط منظور ہے اور صبا بھی تیار ہے۔
اسے یقین نہ آیا۔ھادی نے کہا صبا تمھاری گھر آئی ہوئی ہے وہ بولا آپ مل
کر پروگرام فاہنل کرتے ہیں۔وہ حیران اور خوش ہوا۔اس نے بہن کو
ساری بات بتائی تو بہن خوش ہو کر بولی ارے وہ ہیرا ہمیں مل جائے تو ایسی
بہت سی کرن کو ہم لات مار سکتے ہیں۔وہ صبا کو ڈھونڈنے لگے۔صبا کسی
عورت سے باتیں کر رہی تھی وہ عورت اس کی تعریف کر رہی تھی۔ڈاکٹر
نے جب پہلی بار اتنا بنا سنورا دیکھا تو ششدر رہ گیا۔بہن نے دیکھا تو دل میں
اس کے معصوم دلکش سراپے کو سراہے بغیر نہ رہ سکی۔وہ صبا کے پاس آئی تو
صبا اس سے بڑے پر جوش طریقے سے ملی۔وہ بھی اس کا ہاتھ پکڑ کر مسکراتی
ہوئی اسے کمرے میں لے گئی۔وہاں ڈاکٹر کھڑا تھا اس نے پوچھا صبا آپ تو
آج قتل کرنے آئی ہیں۔اس کی بہن بولی۔

ڈاکٹر شمس کام کی بات کرو۔ وہ اس پر سے نظریں ہٹا ہی نہیں رہا تھا اس نے کہا کہ ھادی اور تم اب ہم سے کون سا کھیل کھیل رہے ہو جبکہ شادی سر پر ہے اور آج ڈھولکی ہے۔ پہلے کہاں تھے تم لوگ۔ انتظار کر رہے تھے کہ کسی طرح معجزہ ہو جائے اور کرن کی شادی علی سے ہو جائے۔ مگر ایسا نہ ہوا۔

اب گیم ہمارے ہاتھ میں ہے اور ہم آپ کی شرط ماننے کے لیے دل و جان سے تیار ہیں۔ بتاو کیسے اور کب کرنا ہے۔ پھر اس کو پلان سمجھا دیا گیا۔ جاتے ہوئے ڈاکٹر کی بہن مسکراتے ہوئے بولی بائے بائے بھابی پھر قہقہہ لگا کر بولی ہونے والی۔ شمس بہن کو دیکھ کر بولا بائے بائے مسز شمس پھر قہقہہ لگا کر بولا مطلب ہونے والی۔ صبا آنسو دبا کر چل پڑی۔

ھادی نے جب پلان سنا تو بہت سٹپٹایا مگر صبا بولی علی کی خوشیاں لوٹانے کا اور کوئی حل نہیں ہے۔ وہ بولا میں ان دھوکے باز لوگوں کو دھوکہ دوں گا پہلے علی کا نکاح ہو گا۔ پھر میں تمہیں ان سے بچا لوں گا۔ تم فکر نہ کرو۔

صبا باضد تھی کہ وہ ڈاکٹر شمس سے شادی کرے گی جبکہ ھادی اسے روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر وہ مان نہیں رہی تھی۔ ھادی پچھتا رہا تھا کہ اس نے یہ بات کیوں بتائی کہ اس نے صبا سے شادی والی شرط رکھی ہے۔ وہ بھی بھائی کی محبت میں جزباتی ہو گیا تھا اور صبا نے بھی تو اسے convince کر لیا تھا کہ اسے کون سا کسی سے محبت ہے۔ چاہے جس سے بھی شادی ہو وہ گزارہ کر لے گی۔ پھر ڈاکٹر شمس ایک نام والا انسان ہے۔ خاندانی ہے پر سنیلٹی والا ہے۔ دولت والا ہے پھر سب سے بڑی بات وہ مجھ سے پیار کرتا ہے۔ تو بس فیصلہ ہو گیا اگر تم نے میرا ساتھ نہ دیا تو میں کچھ کھا کر مر جاوں گی۔

ھادی مجبور ہو گیا نظر میں بھائی کی خوشیاں دوڑنے لگیں۔

پلان کے مطابق ڈاکٹر نے اپنا نکاح پڑھوایا۔ اور وہ صبا شمس بن گئ۔ ڈاکٹر نے خوشی سے جھوم کر کہا ویری گڈ۔ تم نے پہل کی ورنہ مجھے لگتا تھا کہ تم کہو گی کہ پہلے علی کا نکاح ہو۔ اب میں بھی وعدہ پورا کروں گا۔ اس نے علی کو بلایا۔

صبا کرن کو بلا کر اتنا بتایا تھا کہ ڈاکٹر کو احساس ہو گیا ہے اور وہ اب خود دونوں کو ملانا چاہتا ہے۔

علی آیا ادھر سے کرن بھی طیب کے ساتھ آگئی۔ ڈاکٹر نے ایکٹنگ کی۔ مگر کرن کو ماں کی فکر لگ گئی۔ مگر ڈاکٹر اور صبا کے سمجھانے پر کرن مان گئ۔

طیب بھی خوشی سے مان گیا وہ تو صبا کو دیکھ کر خوش ہو رہا تھا۔ علی کو کچھ شبہ ہوا کہ یہ ڈاکٹر اتنا اچھا کیسے ہو گیا مگر صبا نے جلدی ڈال دی کہ جب قسمت مہربان ہو رہی ہے تو دیر نہ کرو۔ ھادی پریشان تھا مگر بھائی کی خوشی بھی عزیز تھی۔ کرن اور علی کا نکاح ہو گیا۔ کورٹ سے باہر آئے تو فاروقی نے علی کو مبارک باد دی۔ علی نے ہلکہ سا سر ہلا دیا۔ اسے ابھی بھی یقین نہیں آیا تھا۔

ڈاکٹر شمس بولا کیوں سالے صاحب مجھے بھی مبارک باد نہیں دو گے میرے اور صبا کے نکاح کی۔ پھر اس نے ساری بات مسکراہٹ سے بھرپور لہجے میں بتا دی کہ بہن نے بھائی کے لیے قربانی دے دی۔ طیب اور کرن حیرت سے

منہ تکنے لگے۔ڈاکٹر کی بہن، باپ، ماں، بہن کے بیٹا اور بیٹی سب ایک گاڑی میں بیٹھے۔صبا کو بھی ساتھ چلنے کا حکم دیا۔اور کہا کہ اب دیکھنا ہم اس کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں۔اس کے جسم کو نیل سے رنگ دیں گے۔اپنی بے عزتی کا بدلہ اسے روز نیل ڈال کر لوں گا۔اور ہم اپنے گھر نہیں کسی اور گھر جا رہے ہیں۔ علی تڑپ کر پیچھے بھاگا مگر گاڑی تیز۔رفتاری سے چلی گئی۔

طیب بہت اداس تھا کرن علی اور طیب کو تسلیاں دیتے ہوئے رو رہی تھی کہ نہ جانے خوشیاں پا کر بھی مجھے خوشیاں نصیب ہوں گی۔اسے بہن پر ترس آیا کہ وہ علی کو پا کر خوش ہے اور میرے لیے بھی دکھی ہو رہی ہے تو اس نے کہا پگلی مبارک ہو بھلا ایک صبا نہیں تو اور اچھی لڑکی مل جائے گی۔ویسے بھی صبا کو کچھ نہیں ہو گا میں نے پولیس کو فون کر دیا ہے جلد ہی نا کے پر ان کی گاڑی پکڑی جائے گی اور ہم صبا کو طلاق دلوا دیں گے۔ شکر کرو تم علی کی بیوی بنی ہو۔صبا ان کے ساتھ رہ کر بھی انہیں ڈیل کر لے گی۔اب چلو گھر

ماما کو بھی کسی طریقے سے بتانا ہے۔ چھپانا کچھ نہیں ہے۔ جو بھی ہو گا انشاء اللہ بہتر ہو گا۔ صبا بھی ہمیں مل جائے گی۔ میں تمھارے لیے بہت خوش ہوں۔

ھادی شرمندہ تھا کہ صبا نے یہ زبردستی کروایا ہے اموشنل کر کے۔ اج یہ قدم نہ اٹھایا تو علی کی شادی رجو آپی سے کروادیں گے اور کرن کی ڈاکٹر کے ساتھ۔ صبا نے ان کو بچانے کے لیے قربانی دی ہے۔ اب بس صبا کو ان سے بچا کر طلاق دلوانی ہے۔

وہ لوگ ابھی ادھر ہی تھے کہ گھر سے فون آیا کہ مسز جاوید چل بسی ہیں۔ وہ لوگ بھاگم بھاگ گھر پہنچے اگے لالہ جی فون ہاتھ میں لیے اداس بیٹھے تھے دیکھتے ہی بولے صبا نے قربانی دے دی۔ اور ھادی نے پھر بھائی کی محبت میں صبا کو پھنسا دیا۔ ماموں انتظامات میں لگے ہوئے تھے۔ مامی اور رجو امبر کو بھی سنبھال رہی تھیں اور لوگوں کو بھی ڈیل کر رہی تھیں۔ ھادی سوری کہتا

جاوید صاحب کی طرف چلا گیا وہ اسے دیکھ کر رونے لگے۔پاس پڑوسی بیٹھے ان کی دلجوئی کر رہے تھے۔

علی کو صبا کی فکر تھی پولیس والے کا فون آیا کہ وہ لوگ ہاسپٹل میں ہیں ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔ان کا نو اسا چل بسا۔صبا کو بھی چوٹیں آئی ہیں۔سب خطرے سے باہر ہیں سوائے بچے کے۔صبا بھی خطرے سے باہر ہے۔اس نے ماموں کو بتایا وہ تڑپ گے اور رضیہ کو لے کر چلے گئے۔وہاں گئے تو وہ کافی ٹھیک تھی اس کو مسز جاوید کی بیوی کا افسوس تھا اس نے ان کو گھر بھجوا دیا۔

مسز جاوید کی تدفین کر دی گئی۔صبا نے سسرال سے آنے پر انکار کر دیا۔ بولی کہ ان لوگوں کو اور اس گھر کو میری ضرورت ہے۔اس کے ساس سسر بیٹی کے لیے دکھی تھے جس کے شوہر نے بیٹے کی وفات پر بیوی کو طلاق دے دی کہ وہ اب بچے پیدا نہیں کر سکتی۔پہلے بیٹا تھا مگر اب میں بیٹے کے

لیے اور شادی کروں گا۔ بیٹی بھی سات سال کے بعد لے جاوں گا۔ سسر کی ٹانگ ٹوٹ چکی ہے۔ وہ وہیل چیر پر ہے۔ ڈاکٹر کو کافی چوٹیں آئی ہیں اور اس کا علاج چل رہا ہے۔

جب نکاح ہوا تو فاروقی صاحب نے لالہ جی کو ہنستے ہوئے ساری نیت ظاہر کر دی اور ان کے خلوص اور شرافت کا خوب مزاق اڑایا۔ کہ آخر ہم کامیاب ہو ہی گئے۔ صبا کا رشتہ لے لیا۔ لالہ جی کو بتانے لگا اب اس کو ایسی چوٹیں لگا ہیں گے کہ ہفتوں وہیل چیر پر گزارے گی۔ لالہ جی منت سماجت کرنے لگے۔ مگر اس پر اثر نہ ہوا۔ اور اب وہیل چیر پر بیٹھا معافیاں مانگ رہا تھا بیٹی اور ماں بھی اب اس سے معافی مانگ رہی تھی۔ صبا نے سب کو معاف کر دیا۔ اور ڈاکٹر جو شدید زخمی تھا اس کی خدمت کرتی وہ اس سے معافی مانگتا۔

سارا گھر صبا کے رحم و کرم پر تھا۔

جاوید صاحب اپنے نیو گھر شفٹ ہو گئے۔ امبر اداس رہتی۔ وہ سوچتی ھادی کے ساتھ نکاح کر کے کتنی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ سمجھتی تھی کہ ھادی اس کی طرح شوخ مزاج ہے۔ اور وہ نکاح کے بعد اس کے ساتھ گھومے پھرے گی۔ عیش کرے گی۔ مگر سب الٹ ہو گیا۔ اس کے ڈیڈ نے پہلی بار اسے مارا اس کی ماں کو مارا جو اصل ماں نہ تھی۔ اب تو ھادی بھی علی کی طرح سنجیدہ ہو چکا تھا۔ اس سے بات کرنی چھوڑ دی تھی۔ وہ علی اور ھادی کا مقابلہ کرتی تو سوچتی والدین ہمیشہ بچوں کے بھلے کا سوچتے ہیں۔ اس نے نادانی میں علی جیسے ہیرے کو کھو دیا۔ اب ھادی ہی اس کا سب کچھ ہے۔ کم از کم اس گھر کی بہو ہے جہاں سب اچھے ہیں۔ اس نے شکر ادا کیا۔ اب تو وہ بھی سنجیدہ ہو چکی تھی۔ رضیہ سے کافی ککنگ سیکھ لی تھی بس روٹی گول نہ پکتی۔

ڈاکٹر کی بہن نے بیٹے کی پیدائش کے بعد شوہر سے جھوٹ بولا تھا کہ وہ اور بچے پیدا نہیں کر سکتی۔ تاکہ مزید بچے نہ پیدا کرنے پڑیں۔ مگر اس نے تو

صفائی دینے کا موقع ہی نہ دیا۔وہ بیٹے کو یاد کر کے روتی۔صبا سے معافی مانگتی۔ آخر اس نے ساس سسر کے مشورے سے اس کی دوسری شادی کا حل نکالا۔وہ خوبصورت اور کم عمر تھی۔وہ لوگ مان گئے۔لالہ جی اب بھی فاروقی صاحب کو دیکھنے روز آتے۔

لالہ جی اب علی اور ھادی کی شادی کرنا چاہتے تھے۔کرن نے والدین کو سمجھا بجھا کر صبا کی نند کو طیب کے لیے تجویز دے دی۔ماں اس کی شادی کرنا چاہتی تھی۔تھوڑا سا شور مچانے پر وہ علی کے ساتھ نکاح پر راضی ہو گئی تھی۔صبا جیسی ہیرا کو...

سب ان کی خوشیوں میں دل سے شریک تھے۔دونوں بہت خوب صورت لگ رہے تھے۔سب کو ان کی خوشی میں خوشیاں منانے کا موقع ملا۔سب نے علی سے پوچھا کہ ہنی مون پر کہاں جاوگے تو علی نے کہا کہ میں نے کرن کو بہت انتظار کروایا۔اس نے بہت صبر کیا۔میں اپنی ساری زمہ داریوں

سے فارغ ہو کر اسے اپنے گھر لانا چاہتا تھا۔ اب ملک سے باہر جس جگہ کرن بولے گی لے کر جاوں گا سب نے تالیاں بجا کر خوشی کا اظہارِ کیا اور کرن سے پوچھا تو اس نے کہا کہ وہ پاکستان اپنے پیارے ملک میں ہی اپنے تمام پیاروں سمیت اس ہنی مون کو یادگار بنانا چاہتی ہوں۔ سب نے علی کی طرف دیکھا۔ علی نے اٹھ کر کرن سے ہاتھ ملایا اور کہا ڈن۔ سب نے زور زور سے کرن زندہ باد کرن زندہ باد کے نعرے لگائے۔ سب سے پہلے ڈاکٹر شمس نے کہا کہ میں اور صبا تو لازمی جاہیں گے۔ صبا بولی نہیں انکل آنٹی کو کون دیکھے گا۔ ڈاکٹر شمس بولا اب ویسے بھی تمہیں دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے موم ڈیڈ نے کہا کہ ہمیں ملازمین کا انتظام کر کے دو صبا کو اب ہمارے اکلوتے بیٹے کے ساتھ لاہف انجوائے کرنے کا موقع ملے۔ اور میں نے کر دیا ہے دونوں گھروں کا۔ اب علی سکون سے جاے۔ علی نے کہا کہ بزرگ بھی جاہیں گے۔ لالہ جی آپ نے بھی جانا ہے۔ آپ سب بزرگ وہاں گپ شپ

کرنا چیس کھیلنا۔ کرن کے پاپا بولے۔ مجھے تو ابھی سے ہی جانے کی excitement ہو رہی ہے۔ علی نے کہا کہ پرسوں صبح سب نے move کرنا ہے۔ تیاریاں کر لیں۔ سب نے خوشی سے نعرے لگائے۔ اور جانے کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔

سب بہت خوش تھے۔ پہنچ کر سب کو ملازموں نے جوس دیا۔ اس کے بعد سب نے ٹولیاں بنا لیں اور گپ شپ موی فوٹو گرافی ہلہ گلہ کھانا پینا ہنسی مزاق چل رہا تھا۔ سب نے خوب انجوائے کیا۔ بزرگوں نے بھی اس کو یادگار بنا دیا۔ سب واپس آئے تو مسرور اور شادمان تھے۔

ختم شد